اہلِ حدیث کا مذہب

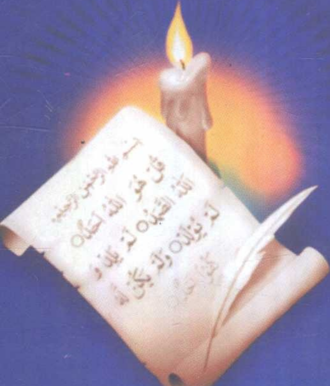

مؤلفہ
مناظر اسلام ابو الوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

دار الکتب السلفیة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ______

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ______

www.KitaboSunnat.com

اہلِ حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلِ دیں آمد کلام اللہ معظّم داشتن
پس حدیثِ مصطفیٰ برجاں مسلّم داشتن

اہلِ حدیث کا مذہب

مُصنّفہ

شمس العلماء مناظر اسلام ابو الوفاء
مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

جامعہ [illegible] (رجسٹرڈ)

ناشر
دار الکتب السلفیہ
شیش محل روڈ ○ لاہور
Ph.: 0092-042-7237184, 7230271, 7213032

واحد تقسیم کار
مکتبہ محمدیہ
چک 109/7R چیچہ وطنی ○ ضلع ساہیوال
Mob.: 0300-4826023

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ------- اہل حدیث کا مذہب

تالیف ------- مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

باہتمام ------- عبدالرحمان عابد

طبع اول ------- مئی 2006ء

تعداد ------- 600

ناشر ------- دار الکتب السلفیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

قیمت ------- روپے

اسٹاکسٹ: مکتبہ محمدیہ چک 109/7.R چیچہ وطنی ○ ضلع ساہیوال

Mob.: 0300-4826023

کتاب درجہ ذیل جگہوں پر بھی دستیاب ہے

لاہور	مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ ● دارالسلام اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ ● دارالسلام لوئر مال نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ فون: 7321865 ● مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار 7244973 اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ فون نمبر: 7357587 ● مکتبہ قدوسیہ رحمٰن مارکیٹ۔غزنی سٹریٹ دارالفرقان الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور فون 042-7231602 ● کتاب سرائے غزنی سٹریٹ
کراچی	اصلاح المسلمین پبلشر پوسٹ بکس 18130 ● دارالسلام مین طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال المسعود 114-UG میٹرو دور تین تلوار کلفٹن
راولپنڈی	تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ 4639/1 مسجد الرحمان گوالمنڈی
اسلام آباد	المسعود بلاک نمبر 4-B مرکز F8 ● دارالعلم 699 آبپارہ مارکیٹ
فیصل آباد	مکتبہ اسلامیہ۔بیرون امین پور بازار ● رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار ● مکتبہ دار ارقم امین پور بازار مکتبہ اہل حدیث، زیریں جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار ● دار اندلس امین پور بازار
گوجرانوالہ	والی کتاب گھر اردو بازار ● مکتبہ نعمانیہ اردو بازار ● مدینہ کتاب گھر اردو بازار
ملتان	فاروقی کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ 541809 ● مکتبہ دارالسلام گنگھیاں والی مسجد تھانہ بوہر گیٹ 541229
اوکاڑہ	مکتبہ تفہیم السنہ شیر ربانی ٹاؤن۔غازی روڈ 2528621
چیچہ وطنی	اسلامی کتب خانہ ڈاکخانہ بازار نزد پانی والی ٹینکی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال
پشاور	معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
عرض احوال	7
مصنف مرحوم کے خودنوشت سوانح حیات	8
دیباچہ	17
اہلحدیث کا مذہب	21
توحید	21
رسالت اور ولایت	22
توہین سلف	23
علم غیب	24
استمداد بالغیر	30
خلافت راشدہ	35
وراثت انبیاء علیہم السلام	41
اتباع سنت اور اجتناب بدعت	44
نذر لغیر اللہ	53
ختم حضرت علیہ السلام	55
ختم حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ	56
ختم حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	56
ختم حضرت مخدوم صاحب کشمیری	56
ختم حضرت شیخ نورالدین مرحوم کشمیری	56

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم حضرت امیر کبیر مرحوم کشمیری	56
تقلید شخصی	58
قراءت فاتحہ خلف الامام	64
رفع الیدین	68
آمین بالجہر	72
اظہار تشکر	75
سینہ پر ہاتھ باندھنے	75
وجوب جمعہ اور ظہر احتیاطی	76
خطبہ میں وعظ	80
مسئلہ تراویح	86
ایک مجلس کی تین طلاقیں	90
مفقود الخبر کی بیوی کا حکم!	94
فتویٰ	96
اہلحدیث کیوں اہلحدیث ہیں؟	97
اہلحدیث کے مذہب کا بانی کون ہے؟	99
خلاصہ مذہب اہل حدیث	100
سرکاری دفتروں میں اہلحدیث کو وہابی لکھنے کی ممانعت	100
اتباع حدیث کی تاکید	101
محدثین کرام	102

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي علی رسوله الكريم

عرض احوال

اس کتاب کی اہمیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلک اہل حدیث کی پوری نشاندہی کرتی ہے اور اہل حدیث کے بارے میں غیروں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں بڑی ممد و معاون ہے۔ اس کتاب کی افادی حیثیت یوں بھی بڑھ گئی ہے کہ ابتدا میں حضرت مولانا موصوف کے حالات زندگی اور ان کی علمی و تبلیغی خدمات درج کر دی گئی ہیں۔ مدت سے یہ کتاب ناپید تھی اور جماعت کے مخلص احباب بڑی شدت سے یہ ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ سعادت مکتبہ محمدیہ کے حصے میں آئی ہے۔

امید ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ انصاف پسند قارئین کے لیے چراغ راہ ثابت ہوگا اور وہ صحیح اسلامی عقائد کو اپنا کر سعادت دارین سے اپنا دامن بھر لیں گے۔

احباب جماعت سے پرزور التماس ہے کہ وہ اس مفید اور اہم کتاب کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ خود پڑھیں دوسروں کو پڑھنے کے لیے بطور ہدیہ پیش کریں تا کہ ہر خاص و عام آدمی اہل حدیث جماعت کے مسلک اور موقف و مقام کو بخوبی سمجھ سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف مرحوم کے خودنوشت سوانح حیات

مولانا مرحوم کے سوانح حیات ایک طویل باب ہے جسے کسی خوش قسمت مؤرخ کا قلم ہی احاطہ تحریر میں لائے گا۔ ذیل میں مختصراً مولانا کے وہ حالات درج کیے جاتے ہیں جو انہوں نے خود رقم فرمائے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

میری (ثناء اللہ کی) پیدائش امرتسر پنجاب کی ہے۔ میرے والد مسمی خضر اور تایا مسمی اکرم جو علاقہ ڈور تحصیل اسلام آباد ضلع سری نگر کشمیر سے پشمینہ کا کاروبار کرنے امرتسر آئے تھے۔ کشمیری اقوام میں ایک گوت منٹو کہلاتی ہے جو وہاں برہمنوں کی ایک شاخ ہے۔ اسی گوت سے ان کا تعلق تھا۔

میری عمر ساتویں برس میں تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا تایا صاحب بھی فوت ہو گئے۔ بڑے بھائی ابراہیم مرحوم رفو گری کا کام کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے یہ کام سکھایا۔ چودھویں سال میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ چودھویں سال میں مجھے پڑھنے کا شوق پید ہوا ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر کے پاس پہنچا۔ دستکاری (رفو گری) کا کام بھی کرتا رہا۔ اور مرحوم سے سبق بھی پڑھا کرتا تھا۔ ''شرح جامی'' اور ''قطبی'' تک مولوی صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ اس کے بعد بغرض تحصیل علم حدیث استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کتب درسیہ پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کا ہے۔ اس کے بعد شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سند مذکور دکھا کر آپ سے اجازت تدریس حاصل کی۔ پھر سہارن پور چند روز قیام کر کے دیو بند پہنچا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول ہر قسم پڑھیں۔ کتب معقول میں قاضی مبارک' میر زاہد' امور عامہ صدرا' شمس بازغہ وغیرہ اور منقولات میں ہدایہ' توضیح' تلویح' مسلم الثبوت وغیرہ ریاضی میں شرح چغمینی وغیرہ بھی پڑھیں۔ اور دورہ حدیث میں شریک ہوا۔ استاد پنجاب کا درس حدیث اور اساتذہ دیو بند کا درس حدیث ان دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جوفرق ہے اس سے فائدہ اٹھایا۔ دیوبند کی سند امتحان میرے لیے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔

دیوبند کے بعد

دیوبند سے مدرسہ فیض عام کان پور گیا۔ کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن موحوم ① کے متعلق درس کا شہرا بہت زیادہ تھا۔ اور مجھے بھی علوم معقول اور منقول سے خاص شغف تھا اس لیے میں مدرسہ فیض عام کان پور میں جا کر داخل ہو گیا۔ وہاں جا کر کتب مقررہ میں شریک ہوا اور قند مکرر کا لطف پایا۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدیث میں بھی شریک ہوا۔

پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم (اہل حدیث مشرف) میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب ② اور کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) استاد العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث تھے۔ اس لیے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرز تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔ شعبان ③ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء فیض عام کان پور کا جلسہ ہوا جس میں آٹھ طلباء کو دستار فضیلت اور سند تکمیل دی گئی ان آٹھ میں سے ایک میں گمنام بھی تھا۔

فراغت کے بعد

کان پور سے فارغ ہوتے ہی میں اپنے وطن پنجاب میں پہنچا۔ مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب درسیہ نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا۔ طبیعت میں تجسس زیادہ تھا اس لیے ادھر ادھر سے ماحول کے مذہبی حالات دریافت کرنے میں مشغول رہتا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ انہی دنوں قریب میں ہی قادیانی تحریک پیدا ہو چکی تھی

---

① ملاحظہ ہو "نور توحید" ص ۳۹، ۴۰۔ ② صحیح نام محمود حسن ہے۔ محمود الحسن بالکل غلط مشہور ہو گیا ہے۔ دیکھیے مولانا شیخ الہند مرحوم کے ترجمہ قرآن کا سرورق نیز مولانا کی دوسری تصانیف۔

③ از روئے تقویم شعبان ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء سے شروع ہو کر ۱۷ مارچ ۱۸۹۲ء کو ختم ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا شہرہ ملک میں پھیل چکا تھا۔

مسلمانوں کی طرف سے اس دفاع کے علمبردار مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالبعلمی ہی کے زمانہ میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی۔ اس لیے تدریس کے علاوہ میں ان تینوں گروہوں (عیسائی' آریہ' قادیونیوں) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا۔ شاید اس لیے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہوگی۔ جس کی بابت مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے:

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

اس شغل میں میں نے چند علماء سلف کی تصنیف سے خاص فوائد حاصل کیے۔ حدیث شریف میں قاضی شوکانیؒ' حافظ ابن حجرؒ اور ابن قیمؒ وغیرھم کی تصانیف سے علم کلام میں امام بیہقی' امام غزالی اور حافظ ابن حزم علامہ عبدالکریم شہرستانی' حافظ ابن تیمیہ' شاہ ولی اللہ' امام رازی وغیرہم رحمہ اللہ اجمعین کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔

تصانیف کی پہلی شاخ ردعیسائیت

دوران تلاش میں سب سے پہلی قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف ''عدم ضرورت قرآن'' نظر آئی۔ جس کے جواب میں میں نے کتاب ''تقابل ثلاثہ'' (توریت' انجیل' قرآن کا مقابلہ) لکھی جو ملک میں شائع شدہ ہے۔ عیسائیوں کی کتاب عدم ضرورت قرآن کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں ان کے جواب میں لکھیں جن کے مجموعے کا نام ''جوابات نصاریٰ'' ہے' سب سے اخیر عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے ''اسلام اور مسیحیت'' عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عالم گیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت

۲۔ دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اصول البیان فی توضیح القرآن

ان تینوں کے جواب میں اسلام اور مسیحیت لکھی گئی، اور شائع ہوئی جس نے اسلامی جرائد سے خراج تحسین وصول کیا۔

دوسری شاخ ردآریہ

اسی اثناء میں آریوں نے کتاب ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ جس کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ (۱۵۹) اعتراض ہیں۔ ہر ایک اعتراض کے ضمن میں کئی کئی اعتراض ہیں۔ کتاب ستیارتھ کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا مکمل جواب دیا جائے۔ حسب قول حافظ شیرازی رحمہ اللہ علیہ

قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

میں نے اس کے جواب میں کتاب حق پرکاش لکھی۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقہ کے کسی عالم نے ستیارتھ کے جواب کے لیے قلم نہیں اٹھایا۔ ذالک من فضل اللہ

اس کے بعد ایک مسلم عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرمپال) نے رسالہ ''ترک اسلام'' لکھا اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب بنام ''ترک اسلام'' ''پر ترک اسلام'' شائع کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت حاصل ہوئی جتنی مئی جون میں افطاری کے وقت روزہ دار کو ہوتی ہے۔ (اللہ قبول کرے)

اس کے بعد آریہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام ''کتاب اللہ وید ہے یا قرآن'' اس کے جواب میں میں نے کتاب الرحمان لکھی ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ آریوں نے ''رنگیلا رسول'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر سخت ناپاک حملے کیے گئے۔ جس کی وجہ سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ گئی مسلمان گویا متوالے پھرتے تھے کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ ذات قدسی صفات پر ایسے حملے ہو رہے ہیں کیا وجہ ہے کہ کوئی عالم جواب نہیں دیتا۔ بقول ؏

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جواب میں میں نے ''مقدس رسول'' لکھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ بھی ایسا مقبول ہوا کہ اس کے بعد کسی عالم نے رنگیلا کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا۔ کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ نہ آریوں نے اس کا جواب الجواب دیا۔ ملک گجرات کے مسلمانوں نے گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس ضمن میں آریوں کی طرف سے کئی ایک رسالے نکلے جن کے جوابات خاکسار کی طرف سے دیے گئے جو ملک میں شائع شدہ ہیں۔

تیسری شاخ ردمرزائیت

میری تصانیف جو قادیاں کے متعلق ہے اس کی تفصیل لکھوں تو ناظرین کے ملال خاطر کا خطرہ ہے۔ اس لیے مختصر طور پر بتلاتا ہوں کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں۔ یہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا ثبوت خود مرزا صاحب بانی تحریک قادیاں کی اس تحریر سے ملتا ہے جو انہوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی جس کا عنوان تھا۔

''مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس کے شروع میں میری نسبت جو خاص گلہ و شکایت کی گئی ہے وہ خصوصاً قابل دید و شنید ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے ''مولوی ثناءاللہ نے مجھے بہت بدنام کیا میرے قلعہ کو گرانا چاہا وغیرہ'' اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی مر جائے۔

کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا ان کے منہ اور قلم سے نکلی اور قبولیت اسے لینے آئی۔ آج قادیاں کی بستی میں ادھر ادھر دیکھو تو رونق بہت پاؤ گے۔ مگر ایسی کہ دیکھنے والا اہل قادیاں کو مخاطب کر کے داغ مرحوم کا یہ شعر سنائے گا۔

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں — آج وہ خانہ خراب ہم کو بہت یاد آیا

(نوٹ) قادیانی لٹریچر ① کو جمع کرنے اور واقفیت حاصل کرنے میں میں نے بڑی محنت کی

① وائے افسوس! جب سب ذخیرہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کی نذر ہو گیا' اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' کہ مولاناؒ کے اس کتب خانے میں کس قدر نوادر جمع تھے۔ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن۔ ناشر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک مجلس میں مولانا حبیب الرحمان مرحوم مہتمم مدرسہ دیو بند نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ ہم لوگ ۳۰ سال تک محنت کریں تو بھی اس بارے میں آپ کی واقفیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں نے کہا غالباً آپ کی حسن ظنی اور تواضع ہے۔

چوتھی شاخ تفسیر نویسی

یوں تو میری سب تصنیفات قرآن ہی کی خدمت میں ہیں مگر خاص تفسیر نویسی سے بھی میں غافل نہیں رہا۔ روزانہ درس قرآن کے علاوہ پہلے میں نے تفسیر ثنائی غیر مسبوق طرز پر لکھی جو آٹھ جلدوں میں ختم ہو کر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بلکہ ساتھ ساتھ "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" لکھی جس کی ملک میں خاص شہرت ہے تیسری تفسیر موسومہ بیان الفرقان علی علم البیان عربی لکھنی شروع کی جس کا ایک حصہ (سورہ بقرہ تک شائع ہو چکا ہے۔ باقی زیر غور ہے) تفسیر کے متعلق چوتھی کتاب موسومہ تفسیر بالرائے لکھی اس میں تفسیر بالرائے کے معنی بتا کر مروجہ تفاسیر و تراجم قرآن قادیانی' چکڑالوی' بریلوی اور شیعہ وغیرہ کی اغلاط پیش کر کے ان کی اصلاح کی گئی اس کا بھی ایک حصہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ باقی زیر غور ہے۔

مزید برآں اسلامی فرقوں شیعہ وغیرہ کے متعلق کئی ایک کتابیں لکھیں جو ملک میں شائع شدہ ہیں۔ اس کے علاوہ مناظرات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مجھے خود اس بات کا فخر ہے کہ میرے اساتذہ عظام بھی عظیم الشان جلسوں میں بڑے بڑے مناظرے میرے سپرد کرتے تھے۔ جن میں وہ خود بھی شریک ہوتے تھے مثلاً مناظرہ دیوریہ ضلع گورکھ پور' مناظرہ نگینہ' ضلع بجنور' مناظرہ جبل پور' مناظرہ خورجہ' مناظرہ رام پور یہ سب مناظرے تحریری ہوئے تھے۔ جن کی روئدادیں کتابوں کی صورت میں شائع ہوئی تھیں۔ مناظرہ رام پور' نواب حامد علی خاں مرحوم کے حسب الحکم رامپور میں قادیانیوں سے ہوا تھا۔ جس کے متعلق نواب صاحب کا سرٹیفکیٹ درج ذیل ہے۔

"رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محظوظ ومسرور ہوئے۔"

(دستخط خاص حضور نواب صاحب بہادر محمد حامد علی خاں)

اخبار "اہل حدیث" کا اجراء:

جب مذہبی تبلیغ کی ضرورت روز مرہ بڑھتی نظر آئی اور تصنیف کتب کا کام ناکافی ثابت ہوا تو اخبار "اہل حدیث" جاری کیا گیا جو بفضلہ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔ جس میں ہر غلط خیال کی اصلاح کی جاتی ہے۔ ہر غیر مسلم کے حملہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ اللہ کے فضل سے آج یہ اخبار اپنی عمر کے اڑتیس سال پورے کر کے انتالیسویں سال میں قدم زن ہے۔ اخبار "اہل حدیث" کے دیکھنے والوں سے مخفی نہ ہوگا کہ یہ پرچہ کس قدر اسلامی خدمت کر رہا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جو کچھ علمی خدمت میں خاکسار کی طرف سے ہوئی یہ سلف صالحین کی کتب سے فائدہ حاصل کرنے سے ہوئی جن کے اسماء گرامی پہلے ذکر کیے گئے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَ ھُمْ وَارْضِ عَنْھُمْ وَاَرْضِھِمْ. (اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء)

یہاں تک آپ کے خود نوشت حالات ہیں، نا مناسب نہ ہوگا اگر چند سطور مزید تحریر کر دی جائیں۔

ژرف نگاہی!

مولانا کی ژرف نگاہی مسلم تھی، اسلام پر یا مسلک اہلحدیث پر جب بھی اور جس طرف سے بھی (اندر سے یا باہر سے) حملہ ہوتا، سینہ سپر ہو جاتے، مخالف کے انداز کو تاڑ جاتے، حملہ آور کی خبر لیتے۔

منکرین حدیث کے فتنے کو ابتدا ہی میں آپ نے بھانپ لیا تھا کہ اس کے یہ برگ وبار ہوں گے، بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ فتنہ پرویزی کا ایک بڑا ماخذ اور منبع مولوی محب الحق اور پروفیسر اسلام جے راج پوری کی تصانیف ہیں۔ ان سب کے جواب مولانا مرحوم کے قلم سے شائع ہو چکے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ عنایت اللہ امرتسری (مشرقی) کی تصانیف سے اس کے عقائد و اعمال کو کتاب ’’خاکساری تحریک‘‘ میں عریاں کر کے رکھ دیا۔

احناف کی دونوں شاخوں یعنی دیوبندی اور بریلوی حضرات نے جب بھی مسلک اہل حدیث پر تنقید کی تو فوراً قلم تھاما اور جواب لکھ دیا۔ جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ غالیہ (بریلویہ) نے تنگ آ کر ۱۹۳۸ء میں مولانا پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بال بال بچا لیا۔ (جس کی تفصیل شمع توحید میں ہے۔)

مسلمانوں میں اتحاد کا جذبہ:

لیکن آپ وسیع المشرب تھے، دل سے چاہتے تھے کہ سب مسلمان اپنے اختلافات کو اپنے حدود میں رکھیں اور مشترک مقاصد میں مل کر کام کریں۔ اس سلسلے میں آپ ندوۃ العلماء کی تحریک کے رکن تھے۔

جذبہ جہاد اور سیاسی مسلک:

ہندوستان میں اسلامی نظام کے قیام اور اس سلسلے میں جذبہ جہاد کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آپ کو دلی لگاؤ اور ہمدردی مجاہدین اسمس و چمرقند سے رہی۔ اور اندرون ہند میں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ (بمعیت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مدظلہ العالی) و مولانا داؤد غزنوی مدظلہ العالی (صدر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان) جمعیۃ علمائے ہند کے بانیوں میں سے تھے۔ اور جمعیۃ علمائے ہند کی سعی قیام نظام شرعی و آزادی میں نظریتاً آخر تک اس سے وابستہ رہے۔

فسادات ۱۹۴۷ء

اگست ۱۹۴۷ء ہنگامہ خونیں میں آپ کا اکلوتا لخت جگر مولانا عطاء اللہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہو گیا۔ اور آپ امرتسر سے گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ یہاں آپ کے ورع کا یہ حال تھا کہ لوٹ مار کے مال کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ بلکہ جب کوئی چیز آتی تو اس بات سے کامل اطمینان کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اسے قبول فرماتے کہ غیر مسلموں کا مال نہیں ہے، بلکہ دوستانہ ہدیہ ہے۔ چند ماہ بعد سرگودھا منتقل ہو گئے۔ اور اسی سرزمین میں یہ مجاہد جرنیل ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو واصل بحق ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللھم تغمده برحمتك التي وسعت كل شيء آپ کے پوتے (مولانا عطاء اللہ شہید کے صاحبزادے) آپ کی جسمانی یادگار موجود ہیں جو سرگودھا میں قیام پذیر ہیں۔ **وفقهم الله لما يحبه و يرضاه۔**

آخر میں ہم اخبار ''ندائے مدینہ کے شیخ الاسلام نمبر'' کا وہ اقتباس قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو مولانا مرحوم کے بارے میں اس نے لکھا۔

''اگر پورے دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس علمی میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں' آریوں' سناتن دھرمیوں' ملحدوں' نیچریوں' قادیانیوں' شیعوں' منکرین حدیث چکڑالویوں' بریلویوں' دیوبندیوں سے غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹہ مسلسل نو گھنٹے بحث و مذاکرہ کی نوبت آئے۔ تو عالم اسلام کی طرف سے کون کون ہستیاں ہوں گے مجھے معلوم نہیں لیکن پاکستان و ہندوستان' برما اور لنکا' جزیرہ جاوا' سماٹرہ کی طرف سے صرف ایک ہستی پیش ہو سکتی اور وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آج ان کی رحلت کے بعد ہندوستان و پاکستان کی یہ سربلندی شاید باقی نہیں رہی۔ ان کے جاتے ہی بازار علمی کی صدر نشینی بھی شاید اب ختم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۲۵ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ

ناشر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

التماس مصنف

ہندوستان میں جب سے گورنمنٹ کے آزادی دینے سے تصنیف کا چرچہ ہوا ہے مذہبی تصنیفات نے مختلف رنگ اختیار کیے ہیں۔ بعض اہل علم نے تو اس نعمت کی قدر کی اور اپنے خیالات کی اشاعت مناسب الفاظ و عبارات میں کر کے ملک کو فائدہ پہنچایا۔ مگر اکثر تو ایسا ہوا کہ ایک فریق نے دوسرے فریق پر بے جا تہمتیں لگائیں۔ دل دکھائے۔ سب وشتم سے کام لیا۔ گویا اس خداداد نعمت (آزادی) کو کفران نعمت سے مبدل کیا۔ جو کسی طرح (عقلاً یا نقلاً) ان کو جائز نہ تھا۔ اس کے بعد ندوۃ العلماء ① کا دور آیا۔ تو ندوہ کی منصفانہ تحریک نے بہت سے نیک دلوں کو اپنی طرف مائل کیا۔ اور انہوں نے باہمی نزاع کو (جس نے حد سے متجاوز ہو کر مسلمانوں کو فرمان الٰہی۔ یَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ کا مخاطب بنا دیا تھا) اپنی حد پر لانے کی کوشش کی یہاں تک کہ ندوۃ نے سالانہ رپورٹ سال دوم کے صفحہ ۹ پر لکھ دیا۔

''اہلحدیث ② اور حنفیہ کا اختلاف دراصل وہی اختلاف ہے۔ جو ابتدا سے حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ میں چلا آتا ہے۔ جسے ناحق رائی سے پہاڑ بنایا گیا۔''

باوجود ان سب کوششوں اور تحریکوں کے بعض اطراف میں ہنوز روز اول ہے مسلمانوں کا باہمی اختلاف اس قدر مضر نہیں۔ جس قدر ایک دوسرے سے منافرت مضر ہے۔ منافرت کا منشاء

---

① ندوۃ العلماء ایک مجلس ہے جس میں علماء مشائخ جمع ہو کر مسلمانوں کو اتفاق اور محبت میں ترقی کرنے کی تعلیم دیا کرتے ہیں ہر سال اس مجلس کے جلسے مختلف شہروں میں ہوا کرتے ہیں۔

② ندوۃ کی رپورٹ میں غیر مقلد کا لفظ ہے مگر اصل نام وہی ہے جو کوئی قوم یا شخص اپنے لیے آپ تجویز کرے پس جس طرح زید کا نام خالد اور عبداللہ کو عبدالرحمٰن کہنا صحیح نہیں اسی طرح اہلحدیث کو غیر مقلد یا وہابی کہنا غلط ہے۔ (منہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات ایک فریق کی دوسرے کے مذہب سے ناواقفی اور ناواقفی میں افتراپردازی ہوتی ہے۔ فرقہ اہلحدیث کی نسبت کئی ایک من گھڑت افترا لگائے گئے ہیں اور لگائے جاتے ہیں۔ بڑا افترا جس نے اس فرقہ کو سب کی نظروں میں حقیر اور مطعون کر رکھا ہے۔ (اور واقعی وہ افتراء در صورت ثابت ہونے کے اسی ذلت اور حقارت کو مستلزم ہے) یہ ہے کہ یہ لوگ حضرات انبیاء اور اولیاء کی توہین کرتے ہیں۔ بلکہ اس توہین کرنے کو اپنا دینی ① شعار جانتے ہیں۔ بزرگوں کے منکر ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات کے انکاری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر۔ درود نہیں پڑھتے۔ پھوپھی سے نکاح جائز بتلاتے ہیں۔ سور ② کی چربی کو حلال کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا بڑے بھائی جتنا ادب کرتے ہیں۔ (یہ افتراء توہین انبیاء والے افتراء کے صریح متناقض ہے۔ **فافهم**) وغیرہ وغیرہ۔

یہ افترایات ایسے کچھ زبان زد ہوئے ہیں کہ عام تو عام خواص بھی یہ سن کر اہلحدیث سے بدگمان ہو جاتے ہیں، انہیں افتراؤں سے عالی جناب حضرت ③ امیر عبدالرحمٰن خان صاحب

---

① دیکھو رسالہ جوہر الایقان مطبوعہ دہلی صفحہ ٦۔ اسی رسالہ سے کبیدہ خاطر ہو کر میرے ایک دوست منشی محمد غوث الدین صیغہ دار عدالت دالور ضلع شعلہ پور (بمبئی) نے رسالہ ہذا کے لکھنے کی تحریک کی تھی۔ (منہ)

② رسالہ رحمۃ للعالمین صفحہ ٦٣۔ مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر (منہ)

③ آنچہ بذریعہ اخبارات انگریزی و اردو دیگر تصنیفات ہمچوں قسم کہ در آنہا ذکر و ترجمہ کتاب تقویم الدین ست معلوم می شود این است کہ حضرت امیر صاحب رحمہ اللہ دو فق خلیفۃ لماسحب و یرضا بہ نسبت فرقہ اہلحدیث (کہ عوام آنہا را وہابی گویند) گمان بردہ اند کہ فرقہ مذکورہ معاذ اللہ اعتقادات مندرجہ ذیل دارند:
اول: (نقل کفر کفر نباشد) پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام بہ نسبت سائر الناس ہیچ فضیلت و برتری نے۔ (٢) حضرت سید الانبیاء سرور کائنات وفخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء نیست۔ (استغفر اللہ) (٢) شفاعت را منکر اند (نعوذ باللہ) (٤) بانی ایں فرقہ عبدالوہاب نجدی ست کہ یہودی النسل بود و درنہانی عداوت اسلام می داشت وغیرہ ہمچوں قسم۔ ایں چنیں افتریات کہ جہلا بہ نسبت فرقہ اہل حدیث مشہور می کنند اصلے نہ دارد بلکہ ایں چنیں اعتقادات و مقالات را اہلحدیث کفری دانند۔ نہ اہلحدیث ایں چنیں اعتقادات دارند و نہ عبدالوہاب نجدی را پیشوا خود دانند بلکہ از کیفیت شخصیہ او نیز ناواقف اند الا ہموں قدر کہ در کتب سیر مرقوم ست البتہ بدیں وجہ کہ ایشاں ازیں افترایات بری اند بہ شنیدن ایں چنیں مقالات بہ نسبت خود باشادمانی می کنند بحکم: ؎

نیک باشی و بدت گوید خلق   بہ کہ بدباشی و نیکت خوانند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحوم والی سلطنت افغانستان جیسے بیدار مغز، فرزانہ روزگار بھی متاثر ہو کر اپنی کتاب تقویم الدین وغیرہ میں اہلحدیث کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم لگا گئے۔ جس میں امیر صاحب مرحوم کا ذرہ بھر قصور نہیں۔ قصور صرف ان لوگوں کا ہے جنہوں نے حضرت ممدوح تک اہلحدیث کی نسبت یہ خیالات پہنچائے۔ امیر صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو ہم ان کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتے کہ:

و اذا ① اتتك مذمتی من ناقص فھی الشھادۃ بی بانی کامل

ان افترایات کے دفع کرنے میں اہل حدیث نے مقدور بھر کوشش کی۔ جو اللہ کے فضل سے پوری موثر ہوئی۔ چنانچہ اسی کوشش ہی کا نتیجہ ہے کہ جس نے اہلحدیث کے مذہب سے پوری واقفی حاصل کی۔ بس یہی واقفی اس کی ہدایت کا سبب ہوگئی۔ یہ رسالہ بھی انہی کوششوں میں سے ایک ہے۔ اس میں صرف اہلحدیث سے افترایات ہی کا دفعیہ نہیں ہوگا۔ بلکہ بعض ایسے مسائل کا ذکر بلکہ ثبوت بھی ملے گا۔ جن کو واقعی اہلحدیث مانتے ہیں۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ نہ کسی فریق کی دل

(گزشتہ سے پیوستہ) البتہ بایں گمان کہ بسا اوقات ایں چنیں افترایات برائے جہال کہ از تحقیق و تفتیش اصل حال بمراحل اند مانع ہدایت اند۔ بحکم اتقوا اللہ مواضع التھم. (الحدیث) اہلحدیث بصدد دفع ایں کفریات می شوند۔ اگر چہ مایان جماعت اہلحدیث زیر سایہ سرکار انگریزی با من و عافیت ہستیم و با سلطنت خداداد افغانستان وفق اللہ الیھا و خلد ملکھم مادام الملوان ہیچ تعلق سیاسی نداریم الا آں نسبت و تعلق کہ خداوند جل مجدہ مارا با جملہ کلمہ گویاں بحکم انما المؤمنون اخوۃ مضبوط دادہ بنا بریں برائے دفعیہ بدگمانی برادران افاعنہ بضحور خدام جناب امارت مآب حضرت امیر حبیب اللہ خان وفقہ اللہ لما یحب و یرضا ما تعاقب المقر ان عرض داریم کہ از کتاب تقویم الدین جزئے را کہ متعلق بہ اعتقادات فرقہ اہلحدیث ست اصلاح فرمانید اگر ضرورت دریافت اعتقادات فرقہ اہلحدیث باشد قرآن مجید و کتب احادیث اہل سنت را ملاحظہ فرمانید بعد ملاحظہ ہر امر کہ ایں کتب بلا تغیر و تبدیل ثابت شود ہموں مذہب اہلحدیث است یا ہمیں رسالہ اعزاز مطالعہ بخشند تا از عہدہ فرمان خداوندی جل مجدہ: فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ. (الحجرات: ۱۰) برائند۔ رجا قوی ست کہ عرض ہذا بحضور بندگان عالی مقرون باجابت افتد۔

ع آفتاب دولت مدام تاباں و درخشاں باد۔

عریضہ نیاز: ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (مخاطب بمولوی فاضل) مصنف رسالہ ہذا

صفحہ ہذا ① جب کسی نالائق سے میری مذمت پہنچے تو یہ سمجھ کہ وہی میرے فضل اور کمال پر دلیل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاری سے نہ کسی مصنف پر حملہ آوری سے بلکہ سلف صالحین کے طریق پر غالباً یہ رسالہ پہلا نمبر ہے جو مذہبی مباحثہ میں حسب منشاء ''ندوۃ العلماء''① لکھا گیا ہے۔ کیا عجیب کہ خاکسار مصنف بحکم حدیث شریف② من سن فی الاسلام سنة حسنة فلهٗ اجرها و اجر من عمل بها عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

خاکسار مصنف

---

① ''ندوۃ العلماء'' کا مقصد یہ ہے کہ اختلاف بے ہودہ پیرائے میں نہ ظاہر کیا جائے۔ جواب اور تردید میں کتابیں لکھی جائیں تو اصل مسائل پر گفتگو کی جائے۔ تحریر و تشنیع۔ سب و شتم۔ لعن طعن سے کام نہ لیا جائے۔ زبانی مناظرہ ہو۔ تو سخت کلامی اور ہاتھا پائی تک نوبت نہ آئے اور مقدمہ بازی میں فریقین کے ہزاروں روپے برباد نہ ہوں۔ جس میں ''یکے نقصان مادیگر شماتت ہمسایہ'' کے علاوہ ہماری ناشائستہ حرکات اسلام کے منور چہرے پر بدنما دھبہ نظر آئے۔ (مقصد دوم ندوۃ العلماء) ہماری عبادت میں منشاء سے مراد یہی مقصد ہے۔

② جو کوئی اسلام میں بحکم شریعت احسن طریق جاری کرے۔ اس کو اپنا اور اس طریق پر چلنے والے لوگوں کے برابر ثواب ملے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اہلحدیث کا مذہب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

توحید

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا خالق ہے۔ سب مخلوق کیا چھوٹی کیا بڑی۔ کیا عزیز کیا ذلیل۔ اس کے سامنے سب سرِ تسلیم خم ہیں۔ کوئی بھی اس کے حکم کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سب دنیا کی اصلی حکومت خاص اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یعنی برکتوں والی وہ ذات ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام ملک کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت تام رکھتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔

یعنی اے رسول ﷺ تو ان مشرکوں سے پوچھ کہ کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب چیزوں کی حکومت ہے اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے اور اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اگر تمہیں علم ہے تو بتاؤ؟ یہ بھی کہہ دیں گے کہ ایسی شان اللہ ہی کی ہے۔

اس مضمون سے قریب قریب تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ بلکہ کلمہ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی میں یہ بیان بالا اجمال پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں "اللہ کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں۔ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے۔ باقی تمام مخلوق اس کی عابد اور مملوک ہے"۔ پس عابد کو معبود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جو نسبت ہوتی ہے۔ وہی تمام مخلوق کو (نبی ہو یا ولی۔ رسول ہو یا امتی۔ مومن ہو یا کافر۔) خالق سے ہے۔ پھر جس نے اس نسبت کو پورا نبھایا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہوا۔ جیسے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جس نے اس نسبت کے حقوق ادا نہ کیے وہ ذلیل خوار مستوجب سزا ٹھہرا۔

قال اللہ تعالیٰ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط

یعنی ہم نے انسان کو سب سے اچھی قابلیت اور لیاقت پہ پیدا کیا ہے۔ پھر اس کی بدکاریوں کی وجہ سے اس کو ذلیل ترین کر دیا۔ لیکن جو لوگ ایماندار ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں (ان کی یہ حالت نہیں۔ وہ اللہ کے نزدیک معزز ہیں۔)

مختصراً یہ کہ ہمارا ایمان اور عقیدہ یہ ہے کہ:

وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار　　نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار

رسالت اور ولایت

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ تمام مخلوق میں سید البشر انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء میں سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو قیامت کے دن شفاعت کبریٰ وصغریٰ کریں گے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

یعنی جو لوگ زیادہ متقی اور پرہیزگار ہیں وہی اللہ کے نزدیک زیادہ معزز اور مقرب ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے برابر کوئی شخص تقویٰ اختیار نہیں کر سکتا۔ نیز حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔

میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بطور تعلیم بتلاتا ہوں۔

اسی آیت کے مطابق اولیاء اللہ عام امت سے افضل ہیں۔ کیونکہ آیت موصوفہ نے ایک عام قاعدہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب اور اکرام کا مدار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے پس جو کوئی جس قدر تقویٰ شعار ہوگا۔ اسی قدر اللہ کے نزدیک مکرم ومحترم ہوگا۔

توہین سلف

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اولیاء کی (جن کا تقویٰ طہارت معلوم اور ثابت ہو) توہین کرنے والا تو ان کی نسبت بدظنی یا تحقیر کرنے والا فاسق ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے:۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

یعنی جن لوگوں نے تیرے حق میں بری بری تمثیلیں دی ہیں وہ ایسے گمراہ ہوئے ہیں کہ ان کی ہدایت کی کوئی صورت ہی نہیں۔

حدیث قدسی میں ہے:

مَنْ عَادٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

اللہ نے فرمایا ہے جو کوئی میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ پھر اس کی خیر کہاں؟

بلکہ عام مسلمانوں کی توہین اور تذلیل کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ خاص کر جو لوگ ہم سے پہلے ایماندار ہو گزرے ہوں ان کی نسبت تو نیک دعا کا حکم ہے۔ قرآن شریف میں تعلیم ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط

اے اللہ ہم کو بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمانداری کے ساتھ ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ ان کو بھی بخش اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ کر۔ آمین

مختصر یہ کہ اہلحدیث کا مذہب توہین سلف کے حق میں وہی ہے جو مصنف ہدایہ نے لکھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يَّظْهَرُ سَبَّ السَّلَفِ لِظُهُوْرِ فِسْقِهِ۔ (کتاب الشهادات)

یعنی جو سلف صالحین کو برا کہے اس کی شہادت معتبر نہیں۔

علم غیب

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ سوائے اللہ کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں نہ ذاتی ① نہ وہبی اور نہ کسبی۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے:

---

① اس دعویٰ اور دلیل کی نسبت امرت سر کے علماء حنفیہ نے مجالس وعظ میں بڑی سختی سے اعتراضات کرنے شروع کیے۔ کبھی دعویٰ اور دلیل میں عدم مطابقت پر سوال۔ کبھی مستثنیٰ پر کلام۔ کبھی کفر کا لزوم۔ غرض کبھی کچھ کبھی کچھ۔ آخر بات بڑھتے بڑھتے مباحثہ کی ٹھہری اور مولانا ابوعبید احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلوی مصنف قرار پائے۔ اور ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ کو بموجودگی منصفان مباحثہ ہوا۔ فریقین کی تقریریں سن کر ہر دو منصفان نے یک زبان فیصلہ کیا کہ عبارت مذکور صحیح ہے۔

پھر فریق ثانی نے بخفیہ طور پر ایک استفتاء علماء دیوبند کی خدمت میں بھیجا۔ جس کی نقل میرے ایک دوست (رحمہ اللہ) مدرس مدرسہ دیوبند نے معہ دستخط مدرسین میرے پاس بھی بھیجی۔ جو بطور اشتہار شائع کی گئی وہ یہ ہے:

"کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے حق میں جس نے مندرجہ ذیل دو عبارتیں ایک رسالہ میں شائع کی ہوں۔ اولاً یہ کہ سوائے اللہ کے کسی مخلوق کو علم غیب نہیں نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

دعویٰ دلیل میں تطابق اور آیت کریمہ سند منع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس قسم کا دعویٰ کرے کہ حضرت رسول کریم ﷺ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو مطلقاً علم غیب نہ تھا نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ پس وہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر باخبار ماضیہ وحالیہ واستقبالی کے منکر ہونے سے کافر ہوا یا نہیں؟

ثانیاً عابد کو معبود سے جو نسبت ہوتی ہے وہی عام مخلوق کو نبی ہو یا ولی رسول ہو یا امتی۔ مومن ہو یا کافر خالق سے ہے۔"

اب اس عبارت میں لفظ عابد غور طلب ہے۔ لفظ عابد سے من حیث انہ مطیع و عابد مراد لیا جائے گا۔ یا مخلوق من حیث هو هو؟ پس بر تقدیر اول بلحاظ عبادت واطاعت مساوات ومماثلت انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی کفار نابکار سے ثابت کرنے والا کافر ہوا یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی اس کی غرض تنقیص شان حضرات اور ان حضرات کا بعد الارتحال توسل نہ ہونا اس سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(گزشتہ سے پیوستہ) یہ عبارت کتاب ہذا کے صفحہ ۲۲ سطر پر ہے۔(منہ)

الجواب: اصطلاحاً عالم الغیب سے مراد ہے کہ جمیع مغیبات کا کلیتاً و جزئیتاً ازلاً و ابداً عالم ہو۔ سو یہ شان باری تعالیٰ کی ہے اور کوئی مخلوق میں سے شریک اس کا اس وصف میں نہیں۔ سو اگر مراد قائل کی یہ ہے کہ ایسا علم کسی کو نہیں نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ پس دلیل مطابق دعویٰ ہے کہ کما هو ظاهر من الا طلاق ولا يشك فيه غير اهل الشقاق۔ اور جو غرض یہ ہے کہ بعض مغیبات کا علم کسی کو کسی طرح نہیں تو غلط ہے۔ کیونکہ بہت سے مغیبات کا علم انبیاء کرام کو خصوصاً افضل الرسل خاتم الانبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ عطا ہوا ہے اور ان حضرات کرام کی وساطت سے ان کی امتوں کو بھی بہت سی مغیبات کا علم حاصل ہوا ہے۔ خود قرآن شریف میں ہے:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الآیہ)

پس انکار اس کا خلاف منصوص ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ قائل مذکور کی غرض قسم ثانی کا انکار نہیں بلکہ عالم غيب على الاطلاق کی نسبت یہ قول ہے سو معلوم ہوا کہ صحیح ہے اور عقیدہ اہل سنت والجماعت حسب نصوص قطعیہ یہی ہے کہ عالم الغيب على الاطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کوئی نہیں۔ اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہتے ہیں سخت ضلالت میں ہیں اور مفتری کذاب ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی فرمایا کما رواه البخاری۔

درحقیقت یہ شرک ہے صفات خاصہ باری تعالیٰ میں امر ثانی کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ درحقیقت جملہ مخلوقات بندہ و عاجز و مخلوق ہونے میں برابر ہیں۔ کسی کو خالق جل وعلی کے ساتھ شرکت نہیں ہے۔ پس اس نسبت میں عابد و غیر عابد انبیاء عظام اور اولیاء کرام جملہ مخلوق برابر ہیں۔ یہی مطلب قائل کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ کوئی مسلمان اس امر کا منکر نہیں کہ جو قرب حق تعالیٰ کے خاص بندگان مقربین کو ہے وہ دوسروں کو نہیں اس نسبت قرب میں جملہ مومنین بھی برابر نہیں اور انبیاء عظام اور اولیاء کرام یکساں نہیں۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ جناب رسول اللہ ﷺ آخر جملہ سے مراد ہیں۔ سوان کے رفع درجات کی کوئی کیا تفصیل و تشریح کر سکتا ہے۔ سچ ہے۔

لا يمكن الثناء كما كان حقه — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صاحب بردہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

فانسب الى ذاته ماشئت من شرف — وانسب الى قدره ماشئت من عظم

فان فضل رسول الله ليس له — حد فيعرب عنه ناطق بفم

فمبلغ العلم فيه انه بشر — وانه خير خلق الله كلهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ.

یعنی تو اے رسول ﷺ کہہ دے کہ آسمانوں میں زمین والوں میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

نیز ارشاد ہے:

لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ۔

یعنی اے رسول اللہ ﷺ تو کہہ دے کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سی بھلائی اپنے لیے جمع کر لیتا اور مجھے کسی طرح کی کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

اس نص قطعی کے علاوہ سینکڑوں واقعات آنحضرت ﷺ کے ایسے ہیں جن سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضور فداہ روحی کو علم غیب نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قصہ کہ حرم محترم پر بہتان لگنے سے کئی دنوں تک مغموم ومحزون رہے۔ مگر اصل حال معلوم نہ ہو سکا۔ جب تک اللہ نے اطلاع نہ دی۔ ایسے ہی دیگر انبیاء علیہم السلام کے حالات شاہد عدل ہیں کہ کسی کو علم غیب نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا مہمانوں کی شکل میں آنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان سے ڈر جانا وہ قرآن کی صریح آیات میں مذکور ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ملائکہ کا لڑکوں کی شکل میں آنا اور حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم سے ان کا چھپانا وغیرہ۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

الحاصل باوجودیکہ جملہ کمالات کے بشر۔ بشر اور مخلوق ہے۔ کوئی جزو معبودیت وخالقیت کا اس میں نہیں آیا۔ پس یہی مطلب اس قائل کا معلوم ہوتا ہے ورنہ قرب خاص وعلو درجات ورفع مقامات بندگان خاص کا کوئی منکر ہو سکتا ہے؟ مسلمانوں پر حسن ظن لائق ہے اور ان کے کلام کو محمل حسن پر حتی الوسع واقع کرنا چاہیے۔

بے وجہ تفسیق وتضلیل مناسب نہیں بلکہ حرام وممنوع ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمان عفی عنہ دیوبندی (مفتی مدرسہ) الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ الجواب صحیح احقر الزمان گل محمد خاں (مدرسہ عربیہ عالیہ دیوبند) الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ (مولانا محمود الحسن صاحب) اول الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح قرآن میں مذکور ہے۔ جو عدم علم پر دلالت تام کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بوجہ بے خبری اور عدم واقفیت اصل حال کے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قصوروار سمجھ کر بے حرمت کرنا اور ان کا نہایت ہی عاجزانہ لہجے میں اصل حال بتلانا وغیرہ وغیرہ سب کے سب واقعات بتلا رہے ہیں انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہ تھا۔ یہ تو قرآن وحدیث کے صریح دلائل ہیں۔ فقہاء رحمہم اللہ نے بھی انہی واقعات پر بنا کر کے انبیاء کی نسبت علم غیب کے عقیدے کو کفر لکھا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمَغِيْبَاتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّامَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحْيَانًا و ذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (شرح فقه اكبر)

جان لو کہ انبیاء غیب نہیں جانتے تھے لیکن اتنا ہی جتنا کہ کبھی کبھی اللہ ان کو بتلاتا' اور علماء حنفیہ نے صاف کہا ہے کہ جو کوئی پیغمبر ﷺ کی نسبت علم غیب کا اعتقاد کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ (شرح فقہ اکبر)

ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں جو فقہ کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے صاف مرقوم ہے کہ:

رجل تزوج بغير شهود فقال الرجل و المرأة الله و رسول را گواه كرديم قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الاحياء فكيف بعدالموت	جو شخص اپنے نکاح میں اللہ اور رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس کے گواہ کرنے سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں۔ جب حضور زندگی میں غیب نہ جانتے تھے تو بعد انتقال کیوں کر جانتے ہیں۔ (قاضی خاں جلد ۴ باب مايكون كفر امن المسلم ومالا يكون)

ایسا ہی حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مالا بد میں فرماتے ہیں:

''اگر کسے بدوں شہود نکاح کرد وگفت کہ خدا ورسول را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافر شود۔"

اسی مقام کے حاشیے پر اس کفر کی دلیل لکھی ہے۔

"چرا کہ آنکس اعتقاد کرد کہ رسول خدا ﷺ غیب مے داند و پیغمبر خدا در حالت حیات غیب رانمید انست پس چگونہ بعد موت غیب داند۔" (کذافی قاضی خاں)

جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہ ہوا۔ تو ائمہ اہل بیت اور دیگر صلحا امت کو کیسے ہوسکتا ہے؟

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں اللہ نے آنحضرت ﷺ کی بابت فرمایا ہے:

عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ — اللہ نے تجھ کو وہ باتیں سکھائیں جو تو نہ جانتا تھا۔

اور مــا کا لفظ عام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل چیزوں کا علم سکھایا گیا۔ پس علم غیب اسی کا نام ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں یہی لفظ عام مسلمانوں کے حق میں بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

عَلَّمَكُمْ مَالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُوْنَ۔ (پ ۲۔ ع ۱۵) — "یعنی جو تم نہ جانتے تھے وہ تم کو سکھایا۔"

تو کیا ہم سب مسلمان جن کو اس آیت میں خطاب ہے سب کو علم غیب حاصل ہے؟

(ہرگز نہیں) اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نسبت اس لفظ کا ورد ہوا ہے یعنی دینی باتیں جو تو نہ جانتا تھا۔ وہ ہم نے تجھ کو سکھائیں اور تم مسلمان بھی جو دینی امور سے ناواقف تھے وہ تم کو بتلائے۔ چنانچہ ایک آیت میں ان معنی کی تشریح بھی فرمادی ہے جہاں ارشاد ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا. (پ ۲۵۔ ع ٦) — یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے۔ لیکن ہم نے تیرے دل میں ایک نور پیدا کیا۔ اس نور کے ساتھ اپنے بندوں میں سے ہم جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔

اس سے علم غیب کا کیا ثبوت اور کیا ذکر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: اوتیت علم الاولین والاخرین۔ (یعنی مجھ کو پہلوں اور پچھلوں کا علم عطا کیا گیا ہے۔) اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معنی بھی یہ ہیں کہ جو کچھ معرفت الٰہی کا علم پہلے نیک لوگوں کا حاصل تھا۔ یا مجھ سے پچھلے لوگوں کا حاصل ہوگا۔ وہ سب معرفت مجھے حاصل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کل اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اور سب سے زیادہ متقی۔ پس آپ کی معرفت سب سے زائد ہونے میں کس کو کلام ہے؟ اور واضح طور پر سنیے!

حدیث مذکور میں علم کا لفظ مصدر مضاف ہے اولین کی طرف جو فاعل ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ جتنا علم پہلے اور پچھلے لوگوں کا تھا اور ہوگا وہ سب مجھے حاصل ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ بحکم۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔	اے نبی! تو کہہ کوئی بھی آسمان والوں میں اور زمین والوں میں علم غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

پہلے پچھلے کسی کو علم غیب نہیں ملا پس علم الاولین والاخرین سے مراد یہی ہے کہ جتنا علم شریعت پہلے پچھلوں کا ہے۔ وہ سب پیغمبر الٰہی ﷺ کو دیا گیا۔ اگر اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کا ثبوت ہو۔ تو قرآن کی آیات مذکورہ اور اہل سنت کے تمام فقہاء اور محدثین و اولیاء کاملین کے صریح خلاف ہوگا علاوہ اس کے قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے کہ

مَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ (پ ۲۶ ع ۱)	اے رسول! تو ان سے کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم آئندہ کو مجھے کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور تمہیں کیا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علم الاولین والاخرین سے مراد وہ واقعات اور حادثات ہوں جو قرآن و حدیث میں پہلے پچھلے لوگوں کے حضور نے بیان فرمائے ہیں۔ جن کو غیب دانی سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ جتنا کچھ اللہ نے بتلایا اس کا تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ انکار تو اس کا ہے کہ آنحضرت ﷺ یا کسی اور نبی یا ولی کو سب اشیاء کا علم تھا۔ جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے۔ اگر صرف اسی قدر رتھا جو اللہ کی طرف سے بتلائی گئی تھیں جن کا ذکر قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں آتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے گزشتہ اور آئندہ واقعات کی خبریں حضور نے بتلائی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے اس امر کے ثابت کرنے کی ناکام سعی کی جاتی ہے کہ حضور اقدس فداہ ابی وامی کو علم غیب تھا۔ مگر تعجب ہے کہ ایسے بدیہی امر کے برخلاف کوشش کی جائے جس کے ثبوت کے لیے قرآن و حدیث بلکہ فقہاء کی متفقہ تصریحات بھی موجود ہوں۔ الی اللہ المشتکی

استمداد بالغیر

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی دافع بلا اور جالب نفع نہیں ہے یعنی کسی حالت اور کسی صورت میں بھی کسی مخلوق کو یہ قوت نہیں کہ ہمارے آڑے کام سنوار دے یا بگڑی کو بنا دے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کو ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (۷۲: ۲۱)

اے ہمارے رسول! تو کہہ دے کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔

بلکہ ایک آیت میں فرمایا ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ. (الاعراف: ۱۸۸)

یعنی مجھے اپنی جان کے لیے بھی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں۔

برابر جس طرح دوسروں کو مضرات سے ضرر اور تکلیف پہنچتی تھی آپ کو بھی پہنچتی تھی، خیبر کے زہر کا قصہ مشہور ہے کہ ایک ہی لقمہ کھانے سے اخیر تک اس کی تکلیف رہی۔ آخر انتقال فرمانے کے وقت بھی اس نے اپنا اثر دکھایا جس سے طبیعت میں گونہ حرارت بڑھ گئی۔ آیت قرآنی:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. "میں بس تمہاری طرح آدمی ہوں۔" (انہی معنی میں شاہد عدل ہے)

اس میں ذرا شک نہیں کہ تمام مخلوق میں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل اکمل بلکہ سید الاکملین ہیں۔ پس افضل واکمل کی نسبت خدا تعالیٰ نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ ان کو بھی ہمارے نفع ونقصان کا اختیار نہیں دیا گیا۔ باقی سب مخلوق تو اس سے پیچھے بلکہ انہی سے فیض یاب ہے، کیا ہی سچ ہے ؎

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گو غوث و قطب و مقتدا ہے وہ بھی اسی در کا اک گدا ہے

آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں جو وصف کمال نہ ہو وہ کسی دوسرے میں اعتقاد یا تلاش کرنا صریح بے ادبی اور سراسر گمراہی ہے پس اسی ایک ہی آیت سے مضمون صاف ہے کہ کسی مخلوق کو یہ طاقت اور قدرت نہیں (نہ ذاتی نہ وہبی) کہ وہ ہماری کسی طرح مشکل کشائی کر سکے یا ہم اس سے استمداد و استعانت کریں۔ جیسا کہ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ والی آیت سے ایک عام قاعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں بھی بطور ایک قاعدہ کلیہ کے فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پ ۱۱ ع ۱۶)

یعنی تم کسی ایسی چیز کو مت پکارا کرو جو نہ تم کو نفع دے سکے۔ اور نہ نقصان پر قادر ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم بھی ظالم ہو جاؤ گے۔

پہلی آیت نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی بھی نہیں جو ہم کو نفع یا نقصان دے سکے۔ کیونکہ جب سید الانبیاء کو اس امر پر قدرت نہیں جیسا کہ آیات مرقومہ کا صریح مطلب ہے تو پھر اور کسی کو کیا یارا؟ دوسری آیت نے ہم کو یہ سکھایا کہ جو چیز ہم کو نفع یا نقصان دینے پر قادر نہ ہو۔ اس سے دعا نہ کریں۔ نہ کسی آڑے کام میں اس کو پکاریں نہ استمداد کریں۔ پس داناؤں کے لیے مضمون بالکل صاف ہے۔

قرآن شریف کا تو کوئی پارہ بلکہ رکوع تک اس تعلیم سے خالی نہیں بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی غرض بھی یہی ہے کہ مخلوق کو مخلوق کے پکارنے سے روکا جائے۔ یہی معنی ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے یعنی اے ہمارے مولا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہر ایک کام کی انجام دہی میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

عرب کے لوگوں میں کئی ایک حضرت مسیح کو پکارتے تھے کئی ایک حضرت عزیز کو کوئی ایک دیگر بزرگان دین سے دعائیں مانگتے تھے۔ ان سب کی تردید اور توحید کی تائید کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا بیان کر کے فرمایا ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ

اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کا سب ملک اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ (پ۲۲ رکوع ۱۴)

اختیار ہے اور اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ذرا بھی اختیار و قدرت نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری دعا سنتے نہیں۔ اور اگر سنیں تو تمہاری فریادرسی نہیں کر سکتے۔ اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کریں گے۔ (کہ ہم نے ان سے نہ کہا تھا نہ یہ لوگ ہم کو پکارتے تھے۔ بلکہ شیاطین کے بہکانے میں تھے)۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگوں کو لوگ پکارتے اور دعائیں مانگتے ہیں ان کو ان دعاؤں کا علم بھی نہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں صاف مذکور ہے۔

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ۔ (پ۲۶ ع۱)

یعنی جن بزرگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں۔

پس آڑے وقت میں جو لوگ پیروں فقیروں سے امداد چاہتے ہیں یا دعا کرتے ہیں قرآن و حدیث کی رو سے ان کا یہ فعل شرک ہے۔ جو صریح کلمہ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ اور آیت مبارکہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے خلاف ہے۔ گو ایسے صاف مضمون کے لیے جو کلمہ شریف لا الہ الا اللہ ہی کا ترجمہ ہو کسی بیرونی شہادت یا تائید کی حاجت نہیں۔ تاہم ہم اپنے بھائیوں کی مزید تشفی کے لیے فریقین کے مستند بزرگ یعنی حضرت محبوب سبحانی مخدوم جہانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات شریفہ میں سے چند کلمات طیبات نقل کرتے ہیں حضرت موصوف فتوح الغیب کے مقالہ نمبر ۴۲ میں فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بینا انا ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال یا غلام احفظ اللہ یحفظك احفظ اللہ تجدہ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت میں جب کہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر حضور نے فرمایا اے بیٹا! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامك فاذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله جف القلم بما هو كائن ولو جهد العباد ان ينفعوك بشيء لم يقضه الله لك لم يقدروا عليه ولو جهد العباد ان يضروك بشيء لم يقضه الله عليك لم يقدروا فان استطعت ان تعمل للّٰهِ بالصدق في اليقين فاعمل و ان لم تستطع فاصبر فان في الصبر على ماتكره خيرا كثيرا واعلم ان النصر مع الصبر و الفرج مع الكرب وان مع العسر يسرا فينبغي لكل مومن ان يجعل هذا الحديث مرأة لقلبه وشعاره ودثاره وحديثه فيعمل به في جميع حركاته و سكناته حتى يسلم في الدنيا و الاخرة ويجد العزة فيها برحمة الله عزوجل۔

تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ کے حقوق محفوظ رکھ۔ تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تو سوال کیا کرے اللہ ہی سے کیا کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے چاہا کر جو کچھ ہونا ہے ہو چکا ہے اگر تمام مخلوق تجھے کچھ فائدہ پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیرے لیے مقدر نہ کیا ہو۔ تو کبھی قدرت نہ پاسکیں گے اور اگر تمام مخلوق تجھے کسی قسم کے ضرر پہنچانے کا ارادہ کرے جو اللہ نے تیرے حق میں مقدر نہ کیا ہو تو کبھی نہ پہنچا سکیں گے پس اگر تو طاقت رکھے کہ سچائی اور یقین کے ساتھ اللہ کے لیے عمل کرے تو کر اور اگر عمل کی طاقت نہیں رکھتا تو تکلیفوں پر صبر کیا کر۔ کیونکہ صبر میں ہی بہت سی بھلائی ہے۔ اور تو جان کہ اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے اور آسانی تکلیف سے متصل اور تنگی کے ساتھ آسانی۔ (مقالہ ۴۲)

(اس حدیث کے بعد حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں) پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ اور اپنے جسم کا اندرونی اور بیرونی لباس بنائے اور اپنی ہر ایک بات میں اسی کو پیش نظر رکھے۔ اور اپنی تمام حرکات وسکنات میں اسی پر عمل کرے (کہ اللہ کے سوا کسی مخلوق سے استمداد اور استعانت نہ کرے نہ کسی سے امید نفع ونقصان کی رکھے) تاکہ دنیا وآخرت میں سلامتی سے رہے اور اللہ کی رحمت سے عزت پائے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض اس مسئلہ میں اہلحدیث کا مذہب وہی ہے جو حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس زانکہ نبود جز خدا فریادرس
غیر حق راہبر کہ خواند اے پسر کیست در دنیا ازو گمراہ تر

ہاں ہمارا یہ بھی مذہب ہے کہ نیک بندوں کی دعا سے فائدہ ہوسکتا ہے۔ احادیث تو اس بارے میں بہت سی وارد ہیں۔ جن کا مضمون صریح ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت ﷺ سے دعا کے طالب ہوتے تھے اور آپ حسب منشاء ان کے لیے دعا فرماتے۔ قرآن شریف میں بھی یہ اشارہ بالا جمال پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی دعائیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے جلد قبول فرماتا ہے۔ مگر دعا کا قبول کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اور قبول کر کے فائدہ پہنچانا بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مختصر یہ کہ اس مسئلہ میں ہمارا مسلک یہ ہے۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں کہ کام آئے تمہاری بے کسی میں

اسی لیے کسی بزرگ کو مخاطب کر کے یوں کہنا۔

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن دردین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

ہمارا طریق نہیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں غیروں سے ایسی آرزو کرنے کو شرک کہا گیا ہے۔ جن کا بیان اوپر ہو چکا۔

درخانہ اگر کس ست یکحرف بس ست

ان تینوں مسئلوں (توحید، علم غیب، استمداد بالغیر) کو گو ہم نے کسی مصلحت سے الگ الگ بیان کیا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ تینوں مسئلہ توحید میں مندرج ہیں اور کلمہ شریف لا الہ الا اللہ کا مفہوم ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لیں وَ لَا تَكُنْ مِنَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ يَتَّبِعُوْنَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) وقد قال الله تعالى ﴿وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.﴾ (یونس : ۸۹)

یہی مسائل ہیں جن کی وجہ سے اہلحدیث کو وہابی وغیرہ کہا جاتا ہے۔ جیسا امام شافعی رحمہ اللہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل بیت کی محبت شدید کی وجہ سے بعض جہال رافضی کہتے تھے۔ جن کے جواب میں امام موصوف نے فرمایا تھا:

ان کان الرفض حب ال محمد فلیشهد الثقلان انی رافض

یعنی اگر رفض اہل بیت رسول کی محبت ہی کا نام ہے تو جنوں اور انسانوں! تم گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں۔" اسی طرح اہلحدیث بھی امام موصوف کے شعر میں تھوڑا سا تصرف کر کے اس لقب کی نسبت اپنا اظہار رائے کرتے ہیں۔

ان کان توحید الالٰہِ توهبا — یعنی اگر توحید الٰہی سے آدمی وہابی بنتا ہے تو
فلیشهد الثقلان انی وهابی — جنوں اور انسانوں! تم گواہ رہو کہ ہم وہابی ہیں۔

خلافت راشدہ

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خلافت راشدہ حق پر ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین تھے۔ ان کی اطاعت بموجب شریعت سب پر لازم تھی۔ کیونکہ خلافت راشدہ کے معنی نیابت نبوت کے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا نائب بنایا تھا۔ مرض الموت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا۔ حالانکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (یہ سوچ کر کہ کہیں حضرت انتقال فرما گئے تو میرے باپ کی نسبت لوگوں کا گمان بد نہ ہو۔ کہ ایسا امامت پر کھڑا ہوا کہ آنحضرت ﷺ جانبر نہ ہوئے۔) عرض کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ پر امامت نہیں کر سکیں گے۔ آپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امام بنا دیجیے مگر آپ نے ایک نہ سنی۔ بلکہ نہایت خفگی سے فرمایا

انتن صواحب یوسف — تم ویسی ہی عورتیں ہو جو یوسف کو بہکاتی تھیں۔

یعنی جن عورتوں کو زلیخا نے دعوت میں بلایا تھا اور انہوں نے بھی یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف ناجائز میلان کرنے کی رغبت دی تھی تم بھی اسی طرح مجھ کو ایک ناجائز کام کی رغبت دیتی ہو۔ کہ میں ابوبکر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو منصب امامت پر مامور کروں چنانچہ صدیق اکبر برابر نماز پڑھاتے رہے۔ آخر سرور عالم کے انتقال پر ملال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب نے خلیفہ مان لیا۔ اتنا بالا جمال واقعہ تو سنی۔ شیعہ دونوں گروہوں میں متفقہ ہے۔ ایک حدیث جو خاص اہل سنت کی روایت سے اس امر کا قطعی فیصلہ کرتی ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا۔

عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر اباك و اخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول قائل انا و یابی اللہ و المومنون الا ابابکر۔

اپنے باپ ابوبکر اور بھائی عبدالرحمٰن کو بلا کہ میں خلافت کا فیصلہ لکھ دوں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کوئی کہنے لگے کہ میں خلافت کا حق دار ہوں حالانکہ اللہ کو اور سب مومنوں کو ابوبکر کے سوا کوئی بھی منظور نہ ہوگا۔ (مسلم)

اس حدیث سے نہ صرف خلافت صدیقیہ کا فیصلہ ہوتا ہے بلکہ اس مشہور مسئلہ قرطاس کا بھی تصفیہ ہوتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے قلم دوات طلب کرنے پر صحابہ کے انکار و اقرار کا مشہور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا تھا۔ قلم دوات منگاؤ۔ میں تم کو کچھ لکھ دوں میرے بعد جھگڑا نہ ہو۔ اس پر صحابہ کا باہیں خیال اختلاف رہا کہ حضور کو بیماری میں تکلیف ہوگی۔ آخر آپ خلافت کی بابت ہی کچھ لکھوائیں گے۔ عرض کیا

حسبنا کتاب اللہ۔ ہم کو کتاب اللہ قرآن مجید کافی ہے۔

کیا ضرورت ہے کہ حضور کو ایسی تکلیف میں تکلیف بڑھائیں اس دلیل کے پیش کرنے والے حضرت فاروق تھے۔ جن کی قوت استدلال سب کو مسلم تھی چنانچہ اکثر نے ان سے اس رائے میں اتفاق کیا۔ اور آنحضرت نے بھی معمولی اظہار رنج کر کے جیسے عموماً کسی ہمدرد بزرگ کو ایسے موقع پر ہوتا ہے ان کو اٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ میں اس وقت جس شغل میں ہوں تمہارے شغل سے کہیں بہتر ہے۔ اس واقعہ پر فریقین (سنی۔ شیعہ) کی رائیں اور توجیہیں مختلف ہیں۔ شیعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں مضمون اس کتاب کا جو آنحضرت ﷺ نے لکھنی چاہی تھی خلافت علی کی وصیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عمر نے اس باب میں مزاحمت کی اہل سنت کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ اگر لکھتے تو حضرت ابوبکر کی خلافت لکھتے۔ مگر آپ نے لکھنے کو ضروری نہ سمجھا۔ کیونکہ آپ بطور پیش گوئی فرما چکے تھے کہ یابی الله والمومنون الا ابا بکر۔ (اللہ اور مومنوں کو سوا ابوبکر کے کوئی پسند ہی نہ ہوگا) اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بلانے کی بابت ارشاد کر کے خاموش رہے اور اسی وجہ سے اس وقت بھی سکوت اختیار کیا۔ یہ حدیث اہل سنت کے لیے ایک قوی دلیل ہے۔ کہ خلافت صدیقی منظور نبوی ہے۔ نیز مسئلہ قرطاس کی بابت صریح تصفیہ ہے۔ کہ حضور ﷺ وہی بات لکھتے جس کے لکھنے کی خواہش پہلے ظاہر فرما چکے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا۔

خاص شیعہ کی طرز پر بھی اس کا جواب ہوسکتا ہے کہ بقول ان کے آنحضرت ﷺ خلافت علی کے پہنچانے پر مامور تھے۔ اور بقول ان کے آیت:

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ.　جو کچھ تجھ کو اللہ کی طرف سے حکم پہنچا ہے وہ پہنچا دے۔

انہی معنی کے لیے نازل ہوئی تھی کہ خلافت علی کی بابت جو تجھے حکم دیا گیا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا۔ اگر تو نے نہ پہنچایا تو گویا تو نے نبوت کی تبلیغ نہ کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے سے حضور ایسے بڑے ضروری کام سے جس کا ارشاد جناب باری تعالیٰ سے پہنچا ہوا تھا جس کے نہ کرنے پر تمام نبوت کی تبلیغ کالعدم ہوتی تھی۔ آپ نے لکھوانے میں تساہل فرمایا۔ اگر اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت مانع تھی تو صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی صلح کے مخالف تھے بلکہ زور سے اس مخالفت کو نیک نیتی سے ظاہر کرتے تھے اور پھیلاتے تھے۔ مگر اس نازک موقع پر جہاں ایک طرف کفار کا ہجوم ہے اور دوسری طرف خود صحابی بھی رنج و دل بیٹھے ہیں عمر کی مخالفت کی کچھ پرواہ نہ ہوئی۔ تو اس موقع پر جب کہ تمام حاضرین خدام ہیں اہل بیت سب حاضر ہیں عمر کا اس قدر اثر ہوا کہ حکم الٰہی کی تبلیغ سے خاموش ہو گئے۔ ہمارے خیال میں ایسا گمان شان نبوت میں بدگمانی پیدا کرنے کا موجب ہے۔

شیعوں کی طرف سے اس دعویٰ پر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بابت حضور ﷺ نے خلافت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وصیت فرمائی تھی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور نے فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں۔ علی بھی اس کا مولا ہے۔

چونکہ آنحضرت ﷺ سب ایمانداروں کے مولا ہیں اور اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سب کے مولا ہیں اور مولا کے معنی حاکم اور امیر کے بتاتے ہیں۔ اسی حدیث کا تتمہ وہ الفاظ ہیں جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے روایت کیے جاتے ہیں کہ فرمان نبوی **من کنت مولاہ الخ**۔ سن کر انہوں نے کہا تھا۔ **بخ بخ یا اباالحسن اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنة**۔ یعنی اے ابوالحسن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تجھے مبارک ہو کہ تو میرا اور ہر ایماندار کا مولا ہو چکا۔ (انتہی مختصرا)

لیکن بغور دیکھا جائے تو اس سے شیعوں کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو حق خلافت تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق وغیرہ نے خلافت علی کو معاذ اللہ ظلم ① سے غصب کیا۔ جس کی وجہ سے وہ مورد عتاب الٰہی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اس حدیث میں جو مولا کا لفظ ہے جس پر سارا مدار ہے اس کے معنی دوست اور محب خالص کے ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خاص اپنی ذات ستودہ صفات کی نسبت بھی فرمایا ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی جب تک میں سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور مجھے تم اپنی اولاد اور ماں باپ اور تمام جہان کے لوگوں سے زیادہ

---

① اسی نیت سے شیعہ وعظ و نصیحت کی مجالس اور دعا کرنے سے پہلے عموماً بعد حمد و صلوٰۃ کے اگر خالص شیعوں کی مجلس ہو تو صریح طور پر اصحاب ثلاثہ پر لعنت کرتے ہیں اور اگر مجلس ملی جلی ہو تو لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ کہا کرتے ہیں جس سے مراد ان کی بزعم خود اصحاب ثلاثہ ہوتے ہیں۔ اہل سنت کو ایسی لعنتیں سننے سے سخت رنج ہوتا ہے مگر ایک حدیث ان کو تسلی دے رہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ لعنت کا حقدار نہیں ہوتا۔ تو وہی لعنت۔ لعنت کرنے والے پر وارد ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ہمارا سنی بھائی کسی مجلس میں شیعہ سے یہ کلمہ سن کر دل میں ناراض ہو تو وہ بھی اس وزن کا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہہ دیا کرے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد مگر در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیارا نہ سمجھو گے۔ مسلمان نہ ہو گے۔

نیز اسی حدیث من کنت مولاہ کے اخیر میں بروایت امام احمد' ابو یعلی اور طبرانی کے یہ الفاظ بھی ہیں: اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ یعنی حضور نے بعد فرمانے من کنت مولاہ کے یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ جو علی سے محبت کرے اس سے محبت کر۔ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے دشمنی کر اور اس کو مبغوض رکھ۔

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلافت کے متعلق وصیت نہ فرمائی تھی۔ بلکہ اخلاص اور محبت کے متعلق تھی۔ جو ہم کو بھی منظور ہے۔ کیونکہ موالات کے مقابلہ میں آپ نے معادات کا لفظ فرمایا ہے۔ پس جو اس مقابلے کا مفہوم ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں۔ جس پر ہمارا بھی صاد ہے۔

اس سے بڑھ کر قوی قرینہ بلکہ دلیل ان معنی کی کہ آنحضرت علیہ السلام کی مراد ان الفاظ سے صرف وصیت محبت تھی نہ وصیت خلافت واقعہ بیعت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ فداہ ابی وامی کے انتقال فرماتے ہی انصار مدینہ نے ایک الگ مجلس منعقد کر کے امیر بنانے کی تجویز کی جس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ خبر سنتے ہی مع ابو عبیدہ امین امت کے وہاں بر سر موقع پہنچے دیکھا کہ مباحثہ گرم ہے۔

انصار کا ارادہ ہے کہ اہل مدینہ میں سے امیر مقرر ہو۔ ان صاحبوں کے سوال و جواب کرنے کرانے پر آخر انہوں نے یہ بھی کہا کہ www.KitaboSunnat.com

مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ۔ یعنی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔

جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی پیش کی کہ

اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَيْشِ یعنی امارت اور امامت قریش ہی میں ہے۔

جب سب انصار کے روبرو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل پیش کی تو کسی کو اس سے انکار کی جرات نہ ہوئی۔ آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سوال یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے مقابلہ پر حدیث پیش کر کے ان کے دعوے کو توڑا۔ اسی طرح کسی صحابی نے انصار سے یا مہاجرین سے بلکہ اہل بیت میں سے یہ حدیث کیوں پیش نہ کی۔ کہ آپ یونہی خلیفہ بنائے گئے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے علی مرتضیٰ کے لیے وصیت اور تاکید فرمائی ہوئی ہے۔ اور آپ دونوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ) صاحبوں نے علی سے بیعت خلافت حضرت کی زندگی میں کی ہوئی ہے بلکہ مبارکبادیاں بھی دی ہوئی ہیں۔ پھر آپ کا کیا منصب ہے کہ آپ خلافت کے مدعی ہوں اور تو اور ائمہ اہل بیت اور خاندان بنی ہاشم نے بھی اس دلیل کو معلوم نہیں کیوں پیش نہ کیا حالانکہ ایسی قوی دلیل تھی کہ اس دلیل کے سامنے کسی کی چوں چرا چل ہی نہ سکتی کیونکہ ہزاروں آدمی اس کے گواہ موجود تھے لیکن جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ ہدیٰ اور خاندان بنی ہاشم بلکہ مہاجرین وانصار سے کسی نے یہ حدیث اور واقعہ غدیر کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف بلکہ خلافت صدیقی کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت بلکہ بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت بھی پیش نہ کیا۔ جب کہ کوئی امر مشکل نہ تھا۔ صرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی رائے پر فیصلہ موقوف تھا۔ اور بالکل الگ دارالندوہ (کمیٹی گھر) میں صرف تینوں صاحب (عبدالرحمٰن، عثمان، علی) بیٹھے ہوئے تھے اس حدیث کا پیش کرنا کیا مشکل تھا۔ پس جب کہ کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ نہ کسی اپنے نے نہ بیگانے نے مہاجرین نے نہ انصار نے بلکہ نہ خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تو معلوم ہوا کہ سب صحابہ نے مع اہل بیت اس حدیث **من کنت مولاہ** ۔ سے یہی معنی سمجھے تھے جو ہم نے بیان کیے۔ نہ وہ جو شیعہ کا گمان ہے۔

اس مختصر سی تقریر سے شیعوں کی کل روایتوں کا جواب ہوسکتا ہے جو اس مسئلہ کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں جن میں سے بعض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت امیر المومنین کا لفظ بھی آتا ہے۔ کیونکہ اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ روایات غلط ہیں یا مؤول۔ اس تقریر سے حضرت عمر فاروق وعثمان ذوالنورین وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ خلافت کا مدار اس بات پر ہے کہ رعایا میں سے صلحاء لوگ خلیفہ منتخب کریں۔ یا خود خلیفہ اپنے نائب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب کر جائے اور بعد اس کے لوگ اس سے بیعت کرلیں۔ چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول نے انتخاب کیا اور سب لوگوں نے منظور کیا تھا اور باقی دونوں رعایا کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے مگر چونکہ اصل بحث سنی شیعہ صرف اس امر پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا حق خلافت تھا۔ جو ابوبکر وغیرہ نے معاذ اللہ غصب کیا یا ابوبکر بھی خلیفہ برحق تھے۔ اس واسطے ہم نے اس جگہ مختصر طور سے اس امر پر بحث کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بلافصل نہ تھے بلکہ جو کچھ ہوا یہی حق تھا۔

وراثت انبیاء علیہم السلام

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ان کی اولاد اور دیگر ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ مثل صدقہ اور وقف مال کے ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ خلافت کے مسئلہ کے بعد سنیوں اور شیعوں میں معرکۃ الآراء ہے۔ مگر ہم اللہ کے فضل سے اس کو ایسی عمدگی سے حل کریں گے کہ باید و شاید۔ ہمارے نزدیک شیعوں نے اپنی کتابوں اور روایتوں کی بھی پرواہ نہیں کی اور ناحق اس مسئلہ کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بدگمان ہو گئے کچھ تو خلافت کی آڑ میں کچھ اس مسئلہ کی پناہ میں یہ لوگ جملہ اصحاب کو عموماً اور صدیق کے دشمنوں کو خصوصاً ایسے الفاظ اور القاب سے یاد کیا کرتے ہیں کہ کسی ایماندار کو تو کیا کسی بھلے مانس آدمی کے بھی شایان شان نہ ہوں۔ خیر ان الفاظ کا دہرانا یا ان کا عوض لینا تو ہمارے رسالہ کے موضوع سے اجنبی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین میں سے کسی ایک کی بھی ہمارے طرز مضمون سے دل آزاری ہو۔ اس لیے ہم اپنے بھائیوں کے ظلم کا بھی اظہار نہیں کرتے۔

اس مسئلہ میں چونکہ ہمارا روئے سخن خاص شیعوں سے ہے اس لیے ہم ایک روایت اپنی اور ایک دو روایتیں ان کی بیان کریں گے۔

ہماری روایت اس دعویٰ کے متعلق صحیح بخاری کی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے:

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا	آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ صدقہ ہوتا ہے۔(بخاری کتاب الفرائض)

شیعوں کی حدیث اس بارے میں ہمارے اصول کلینی ① کی (جو شیعوں کی مستند کتاب ہے) روایت موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

عن ابی عبدالله قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثو درهما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ بشيء منها اخذ حظا وافرا۔

"علماء انبیاء کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے بلکہ صرف علم کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شخص ان علمی باتوں میں سے کچھ حصہ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔" (اصول کلینی۔کتاب العلم)

پس ان دونوں متفقہ روایتوں سے جو امر ثابت ہوتا ہے وہی اہل حدیث کا مذہب ہے۔ میں نے اس روایت کو بعض مشاہیر شیعہ علماء کی خدمت میں پیش کیا۔لیکن تعجب ہے کہ جو جواب انہوں نے دیا۔اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرے بیان سے پہلے اس روایت سے ان کے کان آشنا ہی نہ تھے۔آخر انہوں نے کہا کہ ایسے مسائل کا فیصلہ امام مہدی علیہ السلام ہی کریں گے۔ جس پر میں نے عرض کیا۔ بہت خوب! چشم ما روشن دل ما شاد۔

چونکہ یہ مضمون دونوں گروہوں کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اس لیے جو سوال اس پر وارد ہو گا۔اس کے جواب دہ دونوں گروہ ہوں گے۔پس اگر ہمارے جواب سوالات آئندہ کے اٹھانے کو کافی نہ ہوں تو شیعہ ہی کوئی جواب دیں۔ کیونکہ بموجب روایت کلینی ان کا اور ہمارا مذہب کا اس مسئلہ میں ایک ہی ہے یا ایک ہی ہونا چاہیے۔

ایک سوال اس پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تمام ایمانداروں کو خطاب کر کے فرمایا:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ. (الاية) یعنی اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں

① یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے اصول کلینی میں آتی ہے اس لیے ہم نے مرفوع کے لفظ سے ترجمہ کیا ہے۔(مصنف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیتا ہے کہ لڑکی کی نسبت لڑکے کا دگنا
حصہ ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے
خطاب سرور عالم فداہ ابی دامی کو بھی شامل
ہوتے ہیں۔

پس آیت قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد کو بھی تمام مسلمانوں کی طرح وراثت ملنی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت موصوفہ عام مخصوص البعض ہے۔ یعنی جس قدر اس کا عموم ظاہر میں معلوم ہورہا ہے۔ اتنا مراد نہیں بلکہ اس میں سے بعض اقسام دونوں گروہوں (سنی شیعہ) کے نزدیک اس حکم سے باوجود شمول آیت کے خارج ہیں۔ چنانچہ حاشیہ پر ہم دونوں گروہوں کی کتب وراثت سے عبارت نقل کرتے ہیں۔ جس کا مضمون یہ ہے:

المانع من الارث اربعة الرق وافرا کان اوناقصا والقتل الذی یتعلق به وجوب القصاص أو الکفارة واختلاف الدینین واختلاف الدارین اما حقیقة کالحربی والذمی اوحکما کالمستا من اوالحربیین من دارین مختلفین۔

غلام خواہ مسلمان ہو۔ اور باپ کا قاتل اور مسلمان باپ کا کافر بیٹا (وغیرہ ذالک) باپ کے وارث نہ ہوں گے (سراجی و شرائع الاسلام)

جامعہ بیت العتیق
کتاب نمبر ____________

حالانکہ آیت مرقومہ میں عام حکم ہے۔ پس جس طرح یہ اقسام آیت سے باوجود شمول کے خارج از حکم ہیں اسی طرح آنحضرت کے ورثاء بھی خارج ہیں کیونکہ انبیاء کی اولاد وارث مال نہیں ہوتی۔

دوسرا شبہ اس مضمون پر اس آیت سے کیا جاتا ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت سلیمان تک پہنچنے کا ذکر ہے۔ یعنی ورث سلیمان داؤد پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام سے وراثت پائی تو آنحضرت ﷺ کے ورثاء (حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ) کیوں وارث نہ سمجھے جائیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کو وراثت علمی ملی تھی۔ یعنی نبوت اور حکمت میں سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے تھے۔ نہ کہ مال واسباب میں علمی وراثت کے تو ہم بھی معتقد ہیں۔ اختلاف تو مالی وراثت میں ہے اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو اس کا ذکر ہی کیا ضروری تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے تو ان کے وارث ہونے میں اشتباہ ہی کیا تھا۔ جس کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔ نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے اور بیٹے بھی تھے۔ پھر بالخصوص حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت مالی کیسے پہنچ گئی اور دوسرے محروم کیے گئے۔ ان وجوہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی علمی وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچی تھی نہ کہ مالی۔ پس ہمارا مذہب بروایت سنی اور شیعہ دونوں گروہوں کے معتبر کتابوں سے ثابت ہوگیا مزید تفصیل اس مسئلہ کی جلد ثانی تفسیر ثنائی حاشیہ نمبر ۸ میں دیکھو۔

اتباع سنت اور اجتناب بدعت

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ہر مذہبی کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرض ہے سرمواس سے کمی بیشی جائز نہیں۔ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود کیا ہو اور نہ کرنے کی اجازت فرمائی ہو۔ نہ اصولاً نہ فروعاً وہ بدعت ہے خواہ اس کا شیوع اس وقت تمام عالم میں ہو۔ خواہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا واکراما میں ہو۔ خواہ اس کے موجد ہندی ہوں یا حجازی' عربی ہوں یا عجمی' گو اس مسئلہ پر مسلمانوں کے روبرو دلیل پیش کرنی کچھ ضروری نہیں۔ مگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے جہاں مسئلہ توحید ان میں مختلف فیہ ہو رہا ہے۔ اتباع سنت بھی معرکہ الآرا بن رہا ہے۔ اس لیے محض اپنے مدعا کے اثبات کے لیے مختصراً کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں تو کئی ایک آیات ہیں جن کا صریح حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال اختیار کرو۔ بلکہ یوں کہیے کہ تمام قرآن شریف اسی ہدایت سے بھرا پڑا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ — جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. (سورہ احزاب ع ۳)	ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں ان کے لیے اللہ کا رسول (ﷺ) ایک عمدہ نقشہ ہے۔

احادیث بھی ان معنی کی کثرت سے ہیں۔ایک حدیث کا مضمون ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. (متفق علیه)	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے دین میں ایسی کوئی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہیں تو وہ عمل اللہ کی جناب میں مردود ہے۔

قرآن شریف کا صریح حکم ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ. (سورہ النساء ع ۹)	جب تک لوگ ہر مذہبی بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ ہوں گے۔کبھی مسلمان نہ بن سکیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کو اتباع سنت کا اہتمام سب سے زیادہ تھا۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ جیسے بزرگ بھی یہی خواہش بلکہ آرزو کرتے تھے کہ اشاعت سنت کی جائے۔چنانچہ فرماتے ہیں۔

''الحال آرزوئے نماندہ است الا آنکہ احیاء سنت از سنن مصطفویہ علی صاحبها الصلوۃ و التسلیمات۔نمودہ آید۔(مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۷)

پھر اسی جلد کے مکتوب ۴۲ شیخ درویش کو ارقام فرماتے ہیں۔

''بہترین مصقلہا از برائے زدودن زنگ محبت مادون حق سبحانہ از برائے حقیقت جامعہ قلبیہ متابعت سنت است۔''

ایسا ہی مولانا محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ بھی اتباع سنت کی تاکید فرماتے ہیں۔چنانچہ ارشاد ہے۔

اجعل الكتاب و السنة امامك و انظر	کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اپنا امام بناؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیھما واعمل بھما ولا تغربالقال والقیل والھوس قال اللہ تعالی ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب واتقوا اللہ ولا تخالفوہ فتترکوا العمل بما جاء بہ وتخترعوا لانفسکم عملا و عبادۃ کما قال اللہ جل و علا فی حق قوم ضلوا عن سواء السبیل و رھبانیۃن ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم ثم انہ زکی نبیہ علیہ السلام و نزھہ من الباطل فقال وما ینطق عن الھوی ان ھوا لا وحی یوحی ای ما اتکم بہ من عندی لا من ھواہ ونفسہ فاتبعوہ ثم قال قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فبین ان طریق المحبۃ اتباعہ صلی اللہ علیہ وسلم قولا و فعلا۔ (فتوح الغیب مقالہ ۳٦)

اور اس پر غور و فکر کر اور ان کے مطابق عمل کیا کرو اور ادھر ادھر کی قیل وقال اور بے ہودہ ہوس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''جو تم کو رسول دیوے وہ مضبوط پکڑو اور جس سے منع فرما دے اس سے ہٹ رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سخت عذاب والا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔ ایسی کہ جو تعلیم اس کا رسول تمہارے پاس لایا ہے اسے چھوڑ کر اور قسم کی عبادتیں اپنی طرف سے نکالنے لگ جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہ قوم عیسائیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی۔ جو ہم نے ان پر نہ لکھی تھی۔ پھر اپنے رسول علیہ السلام کی پاکی بیان کی اور باطل سے اس کا الگ ہونا بتلایا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہمارا رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ اس کا بول تو ہماری وحی ہے یعنی جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا ہے۔

وہ میرے پاس سے لایا ہے نہ اپنی خواہش سے اس نے کہا ہے پس اس کا اتباع کرو۔ پھر اللہ نے فرمایا اے رسول علیہ السلام تو ان سے کہہ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ پس صاف بتلا دیا کہ اللہ کی محبت کا طریق اس کے رسول کا اتباع ہے قول اور فعل میں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موصوف نے نہ صرف اتباع سنت کی تاکید فرمائی ہے بلکہ اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ کوئی کام از قسم عبادات ایسا نہ نکالنا چاہیے جو سنت نبویہ نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث قبروں پر عرس کرنے کو بدعت جانتے ہیں۔ (بشرطیکہ کسی قسم کی استمداد و استعانت اہل قبور سے نہ ہو ورنہ شرک ہو جائے گا) اور آج کل کے رسمی مولود کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی جس طریق سے کی جاتی ہیں نہ ان کو باعث ثواب یا مطابق سنت جانتے ہیں اس لیے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس ہیئت کی مجلسیں نہ ہوتی تھیں۔ اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے اپنے تولد کے ذکر پر قیام کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام نے کہا۔ بلکہ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں بھی اس کا رواج نہ ہوا۔ اس کے جواب میں ہمیں طرح طرح کی باتیں سنائی جاتی ہیں۔ جن سے صاف یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہمارے بھائی ہمارا مطلب نہیں سمجھتے اسی لیے ہم نے حضرت پیران پیر جیلانی کی عبارت نقل کی ہے پس جو کچھ اس عبارت سے مفہوم ہے وہی اہل حدیث کا مذہب ہے ایسی مجالس کے انعقاد کی بابت ہم سے کہا جاتا ہے کہ مطلق ذکر الٰہی جب شرع میں ثابت ہے تو مجلس مولود میں کیا قباحت ہے یہ بھی ذکر الٰہی ہی کی مجلس ہے قیام کی بابت اللہ نے فرمایا ہے:

لِتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ. یعنی مسلمانو! تم رسول پاک کی تعظیم و تکریم کرو۔

آنحضرت ﷺ کے تولد کے ذکر پر کھڑا ہونا حضرت کی تعظیم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے جب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طرح ذکر الٰہی جائز ہے تو پھر کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے میں کیا حرج ہے۔

ان سب امور کا جواب یہ ہے کہ گو (بالفرض) مجلس مولود میں تمام ذکر ہی ہوتا ہے مگر چونکہ اس قسم کی مجلسیں نہ زمانہ رسول پاک میں اور نہ زمانہ صحابہ میں منعقد ہوتی تھیں اس لیے سنت نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ اس قسم کی تعظیم حضور نے سکھائی ہے اور نہ صحابہ نے (جو حضور کی سب سے زیادہ تعظیم کرنے والے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیام تعظیم کی قسم سے نہیں بلکہ بدعت ہے۔ علاوہ اس کے مجلس مولود کا سراسر ذکر الٰہی پر مشتمل ہونا بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا ایک جزو اعظم قیام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جس کی کوئی سند اور اصل شرع میں نہیں بے شک کتاب اللہ میں کھڑے بیٹھے لیٹے سب طرح ذکر کی اجازت بلکہ حکم ہے مگر یہ تو نہیں کہ ایک حالت پر ذکر کر رہے ہو۔ تو ایک خاص موقع پر پہنچ کر اس حالت پر سے دوسری حالت کو انتقال کر جاؤ۔ اس انتقال کی اگر کوئی وجہ شرعی ہے تو وہ بتلاؤ ورنہ بلا وجہ شرعی کسی کام کو موجب ثواب جاننا ہی بدعت ہوتا ہے۔ یعنی جس کام کو شریعت نے ثواب نہ کہا ہو اسے ثواب سمجھنا پس یہی بدعت ہے۔ پس بر وقت ذکر ولادت سرور کائنات قیام میں دست بستہ ہو جانا کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ علاوہ اس کے جس نیت سے کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی خاص غور طلب ہے۔ اس وقت کھڑے ہونے والوں کی نیت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح اس مجلس میں آئی ہے۔ چنانچہ اس وقت سب کے سب درود بصیغہ مخاطب دست بستہ (الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) پڑھنے لگ جاتے ہیں یہ نیت وخیال سرار حاضر ناظر جاننے کے برابر ہے۔ یہ صریح شرک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

پس جب کہ مولود میں جزو اعظم قیام ہے اور وہ بالکل بے ثبوت امر ہے جس کو ثواب سمجھا جاتا ہے تو مجموعہ مجلس میلاد جو ایسے جزو بے ثبوت بلکہ بدعت پر مشتمل ہے اگر اس میں کچھ بھی خرابی نہ ہو تو یہی خرابی بہت ہے کہ اس کا جزو اعظم بدعت بلکہ بعض وجوہ اور فاعلین کی نیت سے شرک ہے۔ تعجب ہے کہ بعض علماء ① اس قیام کو بے ثبوت تو مانتے ہیں۔ مگر پھر بھی بایں لحاظ کہ حرمین شریفین کے علماء کرتے ہیں اس کو بدعت کہنے سے خاموش رہتے ہیں۔ بلکہ اس کے مستحسن ہونے کے قائل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی کتاب صاف ناطق ہے کہ مسائل شرعیہ میں کسی شخص کو منصب شریعت نہیں۔ ہر ایک امتی کا یہی منصب ہے کہ رسول علیہ السلام کی چال چلے۔ حرمین شریفین والے بھی اسی طرح شریعت کے مکلّف اور مخاطب ہیں۔ جس طرح ہند اور سندھ والے ایسے ہی مواقع کے لیے صاف ارشاد ہے:

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اعراف)	اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت پر چلو اور اس کے سوا اور دوستوں کی بات نہ مانو۔

① جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم دیکھو فتوی مندرجہ کتاب رحمت للعالمین۔ مطبوعہ چشمہ نور امرتسر۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے عالی مقام جناب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کے علماء کا اجماع حجت نہیں مانا۔ چنانچہ اصول فقہ کی ہر ایک کتاب میں یہ مسئلہ مصرح ہے پس اگر کسی متبرک مقام کے لوگ کوئی فعل کریں اور اس کا ثبوت شرع سے نہ دے سکیں تو وہ بھی ہمارے مخاطب ویسے ہی ہیں جیسے ہندی اور سندھی۔ ہم تعلیم قرآن وحدیث کسی امتی شخص میں یہ قابلیت نہیں مانتے کہ اس کا قول وفعل بلا دلیل شرعی سند اور حجت ہو۔ یہی مذہب علماء سلف کا ہے کہ بغیر اجازت شرعی کے وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے دیکھو تو درود شریف کا پڑھنا جو بموجب تعلیم قرآن وحدیث سراسر بموجب برکت ہے۔ بعض جگہ اسی درود کے پڑھنے سے سب علماء سلف نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً نماز کے پہلے قعدہ (التحیات) میں اگر درود کا ایک جملہ بھی پڑھ لے گا تو سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے درود پڑھنے کی فضیلتیں بے انتہا ثابت ہیں۔ پھر کیوں سجدہ سہو لازم آیا؟ صرف اس لیے کہ بے اجازت شرع پڑھا گیا شیخ سعدی مرحوم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے۔

نہ بے حکم شرع آب خوردن خطاست اگر خوں بفتوے بریزی رواست

یہی وجہ ہے کہ علماء محققین حنفیہ بھی مولود کی مجلسوں کو بدعت جانتے ہیں۔ منجملہ ان کے علماء گنگوہ، سہارن پور، دیوبند، مراد آباد، امروہہ، علماء دہلی، لکھنؤ، راولپنڈی ① وغیرہ حنفیہ کرام میں سے اس کے بدعت ہونے کے قائل ہیں۔ غرض مختصر یہ کہ اہل حدیث کسی امر کو بغیر اطلاع شرعی کے موجب ثواب نہیں جانتے۔ ان کے خیال پر بعض سادہ لوحوں کی طرف سے ان گنت سوال ہوتے ہیں۔ گو دراصل وہ سوال ہی اپنے جواب ہیں۔ اور وہ سائل کی بے سمجھی اور لاعلمی پر بین دلالت کرتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ایسے سائلوں سے بھی سادہ لوحی میں بڑھے ہوتے ہیں۔ ان کے سمجھانے کو ایسے سوالوں کے جوابات ہم ذکر کرتے ہیں۔

پہلا سوال: جس کو بہت ہی بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا جاتا ہے یہ ہے کہ تم (اہل حدیث) قرآن شریف کا ترجمہ دیسی زبان میں کیوں کرتے اور پڑھتے ہو کس حدیث میں آیا ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ اردو، فارسی، پنجابی زبانوں میں آنحضرت ﷺ نے کیا ہے۔ یا کوئی تفسیر عجمی زبان

① ضلع راولپنڈی کے علماء سے مراد مولانا حضرت دین محمد المعروف ملا صاحب ہے ہمارے شہر امرتسر کے علماء حنفیہ جن کے خدام ہیں۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھی یا لکھائی؟ اس کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ ''تو آشنائے حقیقت نئی خطا اینجاست'' اردو فارسی وغیرہ میں قرآن شریف سمجھنے کی اجازت بلکہ حکم صاف خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّ بَّرُوْا اٰيَاتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ

ہم نے یہ بابرکت کتاب اسی لیے نازل کی ہے کہ لوگ اس کے حکموں پر غور کریں اور عقل منداس سے نصیحت پائیں۔

پس جب قرآن مجید کا نزول ہی ہمارے تدبر اور سمجھنے کے لیے ہے تو دیسی زبان میں ترجمہ کیے بغیر ہم کیوں کر سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ بعض احکام شریعت میں بطور اصل مقصود کے قرار دیے جاتے ہیں۔ ان کے ذرائع پر نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ مناسب حال اور لائق مقام ذریعہ ان کے حصول کے بن سکے بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً جہاد یا حج وغیرہ کے سفر کو جانا تو شرع میں ثابت ہے مگر اس امر کی خصوصیت نہیں کہ کس سواری کے ذریعہ سفر ہو۔ اونٹوں کے ذریعہ یا گھوڑوں کے یکے سے یا ریل سے۔ کیونکہ یہ سب اسباب ہیں جو مناسب حال ہو اسے برت لینا چاہیے۔ ایسا ہی شریعت میں کفار کے غلبہ اور مزاحمت فی الدین کے وقت جہاد کرنے کا حکم ہے۔ مگر اس امر کی کوئی خصوصیت نہیں کہ نیزوں سے ہو یا تلواروں سے جو زمانہ رسول ﷺ میں اسباب جنگ تھے۔ بلکہ مناسب حال جو ہتھیار ملے بندوق ہو۔ یا توپ نیزہ ہو یا تلوار اسی طرح فہم مطالب قرآنی کو سمجھنا چاہیے کہ اصل مطلب قرآن شریف کا سمجھنا ہے۔ اس کے ذرائع کی تخصیص نہیں علی ہذا القیاس اور بھی جتنے اعتراضات ہیں اسی قسم سے ہیں پس ان سب کے جوابات اسی اصول سے مستنبط ہو سکتے ہیں۔

مولود شریف اس قسم سے نہیں کیونکہ وہ (بقول حامیان مولود) ذکر ہے اور اس ذکر کی بابت خاص ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ۔

اللہ کا ذکر کرو۔ مگر اس طریق سے کرو۔ جو طریق اس نے تم کو سکھایا ہے۔ اس سے پہلے بھی تم گمراہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جس طرح اور جس طریقے سے شریعت مطہرہ نے ہمیں ذکر کرنا سکھایا ہے اسی طریق سے ہم کریں گے۔ تو ثواب کے مستحق ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔

قبور پر عرس وغیرہ کرنے سے تو صاف منع فرمایا ہے۔ فوت ہونے کے وقت آخری وصیت حضور نے یہ فرمائی تھی کہ

لَا تَجْعَلُوا قَبْرِیْ عِیْدًا لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ۔ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ میری قبر کو بت کی مانند معبود نہ بنانا۔

یہی وجہ ہے کہ حامیان عرس ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتلا سکتے کہ سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیہ والصلوات کے انتقال کے بعد صحابہ کرامؓ نے باوجود اس محبت خالصہ کے جس کا عشر عشیر تو کیا ہزارواں حصہ بھی حامیان عرس کو ان بزرگوں سے نہ ہوگا۔ جن کی قبروں پر عرس کرتے ہیں۔ کبھی ایک دفعہ بھی مزار مقدس پر عرس کیا ہو۔ پھر ہمارے لیے کیسی شرم کی بات ہے کہ جو کام نہ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں فرمایا ہو نہ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معاملہ کیا۔ وہ ہم اولیاء اللہ اور ان مزاروں سے کریں۔ یہ تو ابھی سرسری نظر محض عرس کے اجتماع اور ازدحام پر ہے اور اگر وہاں کے تفصیلی حالات دیکھے یا سنے جائیں تو یوں معلوم ہوگا کہ مکہ شریف زادھا اللہ شرفا و تعظیما۔ میں جس خرابی کی اصلاح کے لیے خدا نے سید الانبیاء کو معبوث فرمایا تھا اس خرابی سے زائد نہ ہوگی۔ عموماً قبروں پر طواف کیے جاتے ہیں۔ منتیں مانی جاتی ہیں۔ سجدے اور رکوع قبروں پر کیے جاتے ہیں۔ خاکسار راقم کو اپنا چشم دید واقعہ یاد ہے۔ میں ایک دفعہ ایام طالب علمی میں بغرض تحقیق اس امر کے دیوبند سے رڑکی پیران کلیر کے مزار پر گیا۔ مزار کے گنبد کے اندر جاتے ہی میں نے ایک شخص کو سربسجود دیکھا۔ دل میں بہت گھبرایا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ شخص چراغ جلانے کے لیے ہر روز اسی طرح اجازت لیا کرتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ اتنے میں نماز مغرب کی اذان ہوئی۔ بعد نماز تمام خدام نے مزار کے گرد طواف کرنا شروع کردیا۔ پھر ایک ایک پھیرے کے بعد ایک موقع پر پہنچ کر سب رکوع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات طواف پورے کیے۔ میں امام صاحب کی تاک میں تھا۔ وہ ایک خاص مقام پر دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد کچھ مدت کے انہوں نے قبر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سجدہ کر دیا۔ میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر اپنی نماز کا تو اعادہ کیا۔ اور غضب الٰہی کے خوف سے راتوں رات وہاں سے اٹھ بھاگا۔ میرے اس بیان میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں۔ کمی ہو تو ہو۔ جس کسی کو شبہ ہو۔ وہ ایسے مزاروں پر عرس کے دنوں میں خود جا کر ملاحظہ کر سکتے ہیں علاوہ اس کے قبروں کی عالی شان عمارتیں ان کے غلاف جھاڑ' قندیل وغیرہ سامان عشرت کے کیا کہنے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خاص اس کام کے لیے مامور فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو اونچی قبر دیکھے اس کو برابر کر دے جو تصویر دیکھے اس کو مٹا دے۔ فقہائے حنفیہ نے بھی ایسی عمارات کو سخت ناپسند کیا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالا بد میں فرماتے ہیں۔

"آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنا میکنند و چراغاں روشن میکنند واز یں قبیل ہرچہ میکنند۔ حرام است یا مکروہ۔"

اسی طرح تمام فقہائے حنفیہ نے اس پر ناراضگی فرمائی ہے۔ من شاء فلیرجع الی کتبھم۔

اہل حدیث کے اس بیان کے مقابل حامیان عرس وغیرہ آیت حدیث تو کیا ہی پیش کریں گے۔ ولن یفعلوا البتہ کسی نہ کسی غیر مستند صوفی وصلی کے اقوال وافعال کا ذکر کریں تو ممکن ہے۔ لیکن اہل حدیث و نیز کل علماء راسخین کے نزدیک ایسے استدلالات کے جوابات وہی ہیں جو شیخ سعدی مرحوم نے ایک بیت میں ادا کر دیے ہیں۔

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی
این ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

اہل حدیث کی بھی یہی باتیں اور دلیلیں ہیں جن سے لاجواب ہو کر ہمارے بھائیوں کی طرف سے ان کے حق میں منکرین اولیاء کے القاب بخشے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کو بزرگوں سے بے اعتقادی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ایسی بے اعتقادی کے مقابلہ میں حامیان بدعت کی حسن اعتقادی بجوئے نیرزد (کوڑی کے کام کی نہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نذر لغیر اللہ

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جو چیز غیر اللہ کے لیے نذر کی جائے وہ حرام ہے۔ اس مسئلہ میں چونکہ اہل حدیث اپنے بھائیوں سے منفرد نہیں بلکہ حنفیہ کرام کا بھی یہی مذہب ہے۔ فرق صرف تھوڑا سا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس لیے ہم یہاں پر نذر لغیر اللہ کے معنی اور تفصیل علماء دہلی کی عبارات میں بتلاتے ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں زیر آیت وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ فرماتے ہیں:

''مگر وہ چیز کہ آواز دی گئی ہو حق اس جانور میں واسطے غیر اللہ کے خواہ تو وہ غیر بت ہو یا روح خبیث جیسے بھوگ کے نام دیتے ہیں اور خواہ کسی جن کے نام خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں کہ یہ سب حرام ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے اور وقت ذبح کے اللہ کا نام لے یا نہ لے اس واسطے کہ جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلانے کے واسطے ہے۔ تو وقت ذبح کے اللہ کا نام مفید نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا اور اس میں پلیدی پیدا ہوگئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام اللہ کے مر گیا ہے اور یہ جانور غیر اللہ کے نام پر مارا گیا۔

اور عین شرک ہے اور جب کہ یہ خبث موثر ہوا تو ذکر نام اللہ اس کو حلال نہیں کر سکتا جیسے کہ کتا اور سور کہ نام اللہ لے کر بھی ذبح کیے جائیں حلال نہ ہوں گے۔''

پھر اس شبہ کا جواب دیا ہے جو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی ہیں کہ جو چیز غیر اللہ کے نام سے ذبح کی جائے اس کے ذبح کرنے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اھل کو ذبح پر حمل کرنا خلاف لغت عرب اور عرف ہے۔ ٥ ''اہلال'' لغت عربی اور عرف اس ملک میں بمعنی ذبح کے نہیں آیا۔ کسی شعر اور کسی عبارت میں پایا نہیں جاتا بلکہ ٥ ''اہلال'' لغت عرب میں بمعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے جیسے آواز طفل نو اور شہرت چاند اور بمعنی آواز حج اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے سوا معنوں میں مستعمل ہے اگر کوئی کہے اھللت للہ ہرگز بمعنی ذبحت للہ نہ سمجھا جائے گا۔''

تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ ''اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرب الی غیر اللہ رکھے تو وہ آدمی مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔''

مولانا نواب قطب الدین صاحب مرحوم نے مظاہر الحق جلد سوم باب الایمان والنذور میں اس سے بھی کسی قدر وضاحت سے لکھا ہے فرماتے ہیں:

> ''حاصل یہ کہ جو کچھ کہ لوگ نذر بزرگوں کی از راہ نزدیکی حاصل کرنے کے ان سے یا اوپر برآنے ایک کام کے متعلق کر کے کرتے ہیں۔ بموجب روایات مرقومہ الصدر ① کے وہ نذر نا جائز اور کھانا اس کا ناروا ہے اور جو کچھ کہ نیاز ان کی نہ بطور نزدیکی حاصل کرنے کے ان سے اور نہ متعلق ساتھ کسی کام کرتے ہیں بلکہ اول اس چیز کو از راہ نزدیکی حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ سے دیتے ہیں اور ثواب اس کا کسی بزرگ کو بخشتے ہیں کھانا اس کا اغنیاء کو درصورت کہ نیت پہنچانے ثواب صدقہ ماکولی کی کسی بزرگ کو جائز نہیں۔''

پس جو کچھ ان دونوں بزرگوں کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے وہی اہل حدیث کا مذہب ہے یعنی ان صدقات و نذرات کا دینے والا اگر اس خیال سے دیتا ہے کہ یہ بزرگ مجھے کچھ فائدہ پہنچائیں گے یا میری کوئی بلا ٹال دیں گے تو ایسے صدقات کا کھانا حرام ہے۔، اور ان صدقات کو قبول کرنے والا اللہ کو جانے اور یہ نیت کرے کہ میں یہ کام فلاں بزرگ کی طرف سے کرتا ہوں تا کہ اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچے تو یہ جائز ہے یہاں تک تو ہمارے بھائیوں کا اور ہمارا اتفاق ہے لیکن تنقیح طلب بات صرف یہ ہے کہ آج کل جو صدقات خیرات اس قسم کے دیے جاتے ہیں جن میں بزرگوں کا نام آتا ہے آیا وہ قسم اول سے ہیں یا دوم سے؟ پھر بعد تحقیق قرائن سے جو کچھ

① نواب صاحب نے اس بیان سے پہلے کئی ایک روایات فقہ حنفیہ نقل کی ہیں جن کی طرف اشارہ کرتے ہیں (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوگا فریقین کا اسی پر عمل ہوگا۔ اہل حدیث کی تحقیق میں (جو بالکل قرائن صحیحہ بلکہ دلائل قویہ پر مبنی ہے) کچھ شک نہیں کہ ایسے صدقات دینے والوں کی نیت عموماً یہی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ان کو قبول کر کے ہمیں کوئی فائدہ پہنچا دیں گے۔ یا ہم سے بلا ٹال دیں گے۔

اس کی قوی دلیل اور نشانی یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے صدقات اور خیرات دیتے وقت عموماً ایسے ختمات پڑھتے ہیں جن میں صاف اور صریح لفظوں میں ان بزرگوں سے دعائیں اور التجائیں کی جاتی ہیں چنانچہ ان میں سے بعض الفاظ یہ ہیں۔

ختم حضرت علیہ السلام

شیئا للہ ① یا حضرت سید العرب والعجم مشکل کشاء بالخیر فریاد یا حضرت احمد!

ل شیئا للہ اے حضرت اللہ کے لیے کچھ دیجیے۔ قطع نظر اس اجمالی بلکہ اجمال کے کہ اس سوال سے کوئی معقول امر مفہوم نہیں ہوتا یعنی نہیں سمجھا جاتا کہ سائل کیا چیز مانگتا ہے اس لفظ کی بابت درمختار باب المرتد میں لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے ان کو کلمہ کفر کہا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ہتک ہے علاوہ اس کے یہ حکم بھی صرف اس صورت میں ہے کہ زندے سے سوال ہو لیکن جس صورت میں مخاطب بھی فوت ہو جو سنتا بھی نہیں اس سے ایسا سوال کرنا تو دو وجہ سے کفر ہوگا ایک یہ وجہ جو صاحب درمختار کی مراد ہے دوسری وجہ جو اللہ نے فرمائی ہے یعنی ان الـــذیـــن **تدعون من دون الله عباد امثالكم ان تدعوهم لا يسمعوا دعاء كم ولو سمعوا ما استجابوا لـكـم** یعنی جن لوگوں سے تم دعا کرتے ہو وہ بھی تمہاری طرح آدمی ہیں وہ تمہاری دعا بھی نہیں سن سکتے۔ اگر سنیں بھی تو قبول نہیں کر سکتے۔

در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

ایسے ختمات کے ناجائز بلکہ کفر اور شرک ہونے پر محققین علماء حنفیہ اہل حدیث سے متفق ہیں۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور علمائے دیوبند کا فتویٰ اس جگہ ہم درج کرتے ہیں جو یہ ہے۔

السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ کہ کسی بزرگ سے امداد طلب کرنا مثلاً وظیفہ پڑھنا۔

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن   در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

یا کسی ولی کو مخاطب کر کے شیئا للہ پڑھنا مثلاً یوں کہنا۔

شیئا للہ چوں گدائے مستمند   المدد خواہم زخواجہ نقشبند

یا یوں کہنا۔

شیا للہ چوں گدائے دلحزیں   المدد خواہم زشاہ نوردیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خذیدی یا شاہ جیلان خذیدی شیئا للہ انت نور احمد خذیدی شیئا للہ یا حضرت سلطان شیخ عبدالقادر جیلانی محی الدین مشکل کشاہ بالخیر۔

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

ختم حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

شیئا للہ چوں گدائے مستمند المدد خواہم زخواجہ نقشبند

ختم حضرت مخدوم صاحب کشمیری

سلطاں مرا خرم کند' سلطان مرا بے غم کند' سلطاں بر آرد کارِ ما!

سلطاں بداند حالِ ما۔ آساں کند دشوارِ ما۔ یا شیخ حمزہ پیر ما!

ختم حضرت شیخ نور الدین مرحوم کشمیری

شیئا للہ چوں گدائے دل حزیں المدد خواہم زشاہ نور دیں

ختم حضرت امیر کبیر مرحوم کشمیری

شیئا للہ یا حضرت شہنشاہ ولی علی ثانی المدد

(گزشتہ سے پیوستہ)

خزیدی یا شاہ جیلاں خزیدی شیا للہ انت نور احمد!

وغیرہ ہیچو قسم وظائف اور ختمات پڑھنے جائز ہیں یا منع؟ بینوا وتو جروا

الجواب: اس قسم کے درود وظائف اگر ان بزرگوں کو حاظر و ناظر جان کر اور قادر و متصرف اعتقاد کر کے پڑھے جائیں تو صریح کفر اور محض شرک ہیں اور اگر اس اعتقاد سے نہ پڑھے جائیں صرف ان الفاظ و کلمات کی تاثیر و خاصیت کا اعتقاد ہو تب بھی گناہ ہے فقط واللہ اعلم (بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ) الجواب الصحیح بندہ محمود عفی عنہ (مولانا محمود الحسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند) الجواب الصحیح بندہ مسکین محمد لیس عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند الجواب الصحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ الجواب الصحیح بندہ محمد مرتضٰی حسن مدرس مدرسہ دیوبند الجواب الصحیح احقر الزمان گل محمد خان عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ کئی ایک قسم کے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ سے اظہار مدعا کیا جاتا ہے۔ ناظرین مشتے نمونہ از خروارے انہی کو سمجھیں۔ پس یہ الفاظ اس بات کی صاف دلیل ہیں کہ ان قائلوں کا خیال ہے کہ ان بزرگوں کو نفع ونقصان رسانی پر قدرت ہے پس یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ایسے صدقات دینے سے ان کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ہماری حاجت روائی کر دیں گے چنانچہ الفاظ مذکورہ بالا کا صریح مضمون ہے۔ گو ان ختمات میں اللہ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھی پڑھتے ہیں مگر صرف درود پڑھنے سے اس نیت کا عدم نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امریء ما نوی۔** یعنی ہر عمل کا بدلہ نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جب کہ فاعلین کی نیت صاف اور صریح لفظ سے ظاہر ہو رہی ہے تو اب کسی ملا یا مولوی کی اصلاح کہاں چل سکتی ہے؟ بلکہ **تاویل الکلام بما لا یرضی به قائله** کی مصداق ہے افسوس کہ بعض بھائی صرف اس خیال سے کہ ایک تو اس قسم کی دعوتوں سے محروم رہیں گے نیز ان کے چھوڑنے سے لوگوں میں وہابی مشہور ہو جائیں گے۔ باوجود ایسے کلمات کو ناجائز اور ایسے کھانوں کو حرام جاننے کے پرہیز نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن شریف ایسی استمدادوں کا صریح رد کرتا ہے بلکہ یوں سمجھیے کہ ایسی استمدادوں ہی کے رد کرنے کو قرآن نازل ہوا تھا۔ جو اس قسم کے کھانوں کو کھلے لفظوں میں حرام بتلاتا ہے اور تمام ائمہ دین اور علماء حنفیہ اعلام ان کی حرمت کے قائل ہیں مگر ہمارے بھائیوں کا یہ طریق ہے کہ ان کی مسجدوں میں ایک شخص تو سنت سمجھ کر آمین بالجہر کہہ دے اور دوسرا شخص بعد نماز گیارہ قدم مار کر حضرت پیر سے دعا استمداد کرے جو صریح شرک ہے۔ بیچارے آمین کہنے والے کی تو گت ہو جائے گی مگر دوسرے کو کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کہے حالانکہ آمین حنفی مذہب میں سنت نہیں تو حرام یا مفسد صلوۃ بھی نہیں خاص کر دوسرے شخص کے حق میں تو کچھ بھی حرج نہیں اکثر مجتہدین اور ائمہ حدیث اس کی سنیت کے قائل ہیں اور مخلوق سے دعا کرنی اور پھر مسجد میں بیٹھ کر کرنی صریح قران کے خلاف ہے قرآن میں صاف حکم ہے کہ

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ یعنی مسجدیں اللہ کے ذکر کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارا کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے دونوں کا حکم اور یہ ہے ہمارے بھائیوں کا طریق عمل الی اللہ المشتکی

تقلید شخصی

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔(۱) قرآن'(۲) حدیث'(۳) اجماع امت' (۴) قیاس مجتہد سب سے مقدم قرآن شریف ہے پھر علی سبیل المراتب قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے علم لغت' قواعد صرف ونحو' علم معانی' بیان' اصول فقہ وغیرہ ذریعے ہیں جو مسئلہ قرآن و حدیث کے بطریق مذکورہ ہماری سمجھ ناقص میں نہ مل سکے تو جس مسئلہ پر تمام امت کا اجماع ہوگا وہ قابل عمل ہے اور جو مسئلہ اس طرح بھی نہ مل سکے۔اس میں کسی مجتہد کا قیاس (بشرائط اصول فقہ جن کا ذکر آگے آتا ہے) قابل عمل ہوگا۔

ناظرین! یہ ہے وہ مسئلہ جس کی وجہ سے فرقہ اہل حدیث کے نام وہابی غیر مقلد'لا مذہب وغیرہ وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔جس کا ہمیں کوئی افسوس نہیں کیوں کہ جو خفگی اور ناراضگی کسی فریق پر بے سمجھی سے ہوتی ہے وہ درحقیقت اس پر نہیں بلکہ خفا ہونے والے کی اپنی ہی ناقص سمجھ ہوتی ہے۔

کم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم

چونکہ یہ مسئلہ (تقلید) ہمارے اور ہمارے بھائیوں (مقلدین) میں حد فاصل ہے یعنی اسی مسئلہ پر دونوں گروہوں کی علیحدگی بمعنی اور متفرع ہے۔اس لیے ہمارے خیال بلکہ حق تھا کہ ہم اس مسئلہ کو بڑی تفصیل سے لکھتے۔مگر افسوس کہ اس مسئلہ کی ہدایت اور ظہور ہمیں تطویل کلام سے مانع ہے۔لیکن تاہم اس دعویٰ پر کسی قدر قرآن و حدیث اور مسلمہ اصول علماء سے ثبوت دیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے:

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ۔

مسلمانو! جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم کو ملا ہے اسی کی تابعداری کرو اور اس کے سوا مذہبی امور میں اور کسی کی تابعداری نہ کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مقام پر ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.
یعنی اے ہمارے رسول تو ان سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو پس اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ان کے علاوہ سینکڑوں آیتیں اس مضمون کی ہیں جن میں حصر کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ بس پیغمبر علیہ السلام کے سوا کسی کی اطاعت مت کرو۔ ایک حدیث بخاری میں ارشاد ہے: لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعي۔① (یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابعداری کرنے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ) چونکہ اصل اطاعت اور تابعداری اللہ نے اپنے رسول ﷺ ہی کی فرض کی ہے اسی لیے علماء کو اجماع اور قیاس کے حجت ماننے میں شبہات پیدا ہوئے ہیں یہاں تک کہ بعض تو ان دونوں کی حجیت سے انکاری ہی ہو گئے اور بعض جو قائل ہیں انہوں نے اس کی وجہ بتلائی کہ اجماع بھی وہی صحیح ہوگا جس کی بناء اور مدار کسی حدیث پر ہو اور قیاس مجتہد بھی وہی صحیح ہوگا جو کسی آیت یا حدیث کے مخالف نہ ہو بلکہ اسی سے مستنبط ہو اس لیے کہ کل اصولی قاطبتاً شرائط قیاس میں لکھا کرتے ہیں کہ

ان يتعدى الحكم الشرعي الثابت بالنص بعينه الى فرع هو نظيره ولا نص فيه۔

یعنی قیاس کی شرط یہ ہے کہ حکم شرعی بعینہ فرع (مقیس) کی طرف پہنچے جو اصل (مقیس علیہ) کی مثل ہو۔ اور اس میں دوسری کوئی نص نہ ہو۔ (دیکھو اصول شاشی حسامی، نور الانوار، توضیح، تلویح، مسلم الثبوت)

ان حوالہ جات کتب اصول سے جو امر مستنبط اور مفہوم ہوتا ہے پس وہی ہمارا مذہب ہے۔ یعنی جس مسئلہ میں آیت یا حدیث ہوگی اس میں مجتہد قیاس نہ کرے گا اور جس مجتہد کا قیاس کسی آیت یا حدیث کے خلاف نہ ہوگا اسی پر عمل کریں گے اور جس کا قیاس بتقاضائے شریعت خلاف

① یہ حدیث علی الترتیب امام بیہقی اور دارمی کی روایت سے صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے۔ صحیح بخاری کا نام معلوم نہیں کیسے لکھا گیا ہے۔ مصنف سے یا کاتب سے بہرحال سہو ہوا ہے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۶ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۳ ۱۱ مئی ۱۹۳۴ صفحہ ۶ عبدالعزیز دیوبندی کے اعتراض کے جواب میں مولانا نے جواب دیا۔ (محمد داؤد ارشد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا اسے متروک العمل جان کر عمل نہیں کریں گے اس لیے کہ کسی مجتہد کو بنفسہ منصب شریعت نہیں یعنی وہ ایجاد حکم نہیں کرسکتا بلکہ مجتہد کا منصب صرف یہی ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے ایک مخفی راز کو جو عوام کی سمجھ میں نہ آئے ظاہر کردے اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (الاية)

یعنی صبح کی دھاری نکلنے تک روزوں کی راتوں میں کھاتے رہو۔

اس آیت کا صریح اور صاف مضمون جو ہے وہ تو ظاہر ہے کہ صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے۔ مجتہد نے اس میں اجتہاد کرکے نیا مسئلہ نکالا کہ صبح ہوتے وقت اگر آدمی جنبی ہو تو روزہ میں کوئی خلل نہیں ہوگا کیونکہ جب صبح صادق کے ظاہر ہونے تک کھانے پینے اور ایسا ہی جماع کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو صبح صادق کی پہلی آن میں جب اس حکم کے مطابق آدمی جماع سے الگ ہوگا تو ضرور جنبی ہوگا کیونکہ اتنا وقت اس کو کہاں ملا کہ صبح صادق تک غسل کرے۔ اس نے تو جماع ہی صبح کے ہونے پر چھوڑا ہے پس ثابت ہوا کہ رات کے جماع سے صبح تک جنبی رہنا روزے میں نقصان نہیں لاتا۔

یہ ہے مثال اجتہاد کی اس میں مجتہد نے اپنی طرف سے کوئی بات داخل نہیں کی بلکہ ایک مخفی علم کو واضح کردیا ہے جو عوام کی سمجھ میں نہ آسکتا تھا۔ علماء اصول بھی قیاس کو اسی لیے صرف مظہر ① مانتے ہیں یعنی ایک مخفی مسئلہ کو ظاہر کردینے والا اور بس۔ پس جب مجتہد کو اصل منصب شریعت نہیں تو پھر اس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ مجتہد کے قول میں غلطی کا احتمال بھی ہے چنانچہ علماء اصول کا عام اصول ہے کہ

المجتهد ② قد يصيب ويخطى۔

یعنی مجتہد کبھی اجتہاد کرنے میں مطلب صاف پاجاتا اور کبھی غلطی کرجاتا ہے

چنانچہ ائمہ مجتہدین کا اجتہادی مسائل میں اختلاف اس امر کا بین ثبوت ہے۔ پس جب

---

① دیکھو نور الانوار صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ

② دیکھو نور الانوار صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہدین کی رایوں میں اختلاف ہوا اور یہ بھی اہل تحقیق کے نزدیک مسلم امر ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق بجانب ایک ہی ہے۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ مجتہد میں بنفسہ قابلیت متبوع بننے کی نہیں بلکہ بشرط موافقت و مطابقت اصل متبوع (یعنی قرآن و حدیث) کے۔

پس یہی ہمارا مذہب ہے کہ ہم بعد پیغمبر ﷺ کے کسی شخص کو متبوع نہیں مانتے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ ہم کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ہمارا عمل قرآن و حدیث پر ہے۔ جس مسئلہ کو ہم صحیح جانتے ہیں اس لیے جانتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے جس کو غلط جانتے ہیں اس لیے جانتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا چنانچہ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ یعنی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

نیز فرمایا

اترکو اقولی بخبر الرسول۔ یعنی میرا قول پیغمبر علیہ السلام کی حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ دیا کرو۔

اسی وصیت کے مطابق امام صاحب کے شاگردوں نے ہمیشہ عمل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور بھی آپ کے کئی جلیل القدر تلامذہ راز عموماً مسائل میں وہ استاد سے مختلف ہیں اور اس اختلاف کو آج تک کسی نے بری نظر سے نہیں دیکھا بلکہ متاخرین فقہاء بسا اوقات بلحاظ قوت دلیل شاگردوں کے اقوال کو مفتی بہ قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل بتلانے کی حاجت نہیں۔

یہی تمام سلف و خلف کا مذہب تھا۔ اور یہی ''اہل حدیث'' کا طریق ہے جن کو دل دکھانے کے لیے وہابی یا غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس موافقت اور عدم موافقت کی پہچان کس کو ہے؟ اور کون بتلائے گا کہ یہ حکم مجتہد کا صحیح ہے اور وہ غلط ہے آج کل کس کو یہ لیاقت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو علوم مذکورہ بالا (لغت' صرف و نحو' معانی' بیان' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ وغیرہ) میں واقفیت ہوگی وہ بتلائے گا جن عوام کالانعام کو خبر نہیں وہ اپنے وقت کے موجودہ علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دریافت کر کے عمل کر لیں گے کیونکہ ان کو یہی حکم ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. ''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔''

پس وہ بیچارے عوام کالانعام جو علم سے بے بہرہ ہیں وہ انہی اپنے زمانہ کے علماء سے پوچھیں گے نہ مجتہدین متقدمین سے، مجتہدین سے پوچھیں تو آخر ان سے بلاواسطہ کیسے پوچھ سکیں؟ ان سے پوچھنا بھی یہی ہے کہ موجودہ علماء سے پوچھیں پھر بعد پوچھنے کے چونکہ مجتہد کا قول بذاتہ بدوں مطابقت حجت نہیں۔ علماء وقت سے اس قول کی مطابقت اور صحت دریافت کریں تو آخر سب کچھ علمائے وقت کے بتلانے پر موقوف رہا۔ اسی لیے فقہا نے لکھا ہے کہ

العامی لا مذهب له انما مذهبه مذهب مفتيه. (شامی جلد ۳ صفحہ ۱۹۶) یعنی عوام کا اپنا مستقل کوئی مذہب نہیں بلکہ ان کا مذہب وہی ہے جو ان کے فتوی دینے والے کا۔

خلاصہ یہ کہ ہمارا بلکہ کل اہل اسلام کا یہی مذہب ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے منصب شریعت کسی کو نہیں صحابی ہو یا مجتہد یا تابعی ہو یا محدث سب کے سب اس میں مساوی الاقدام ہیں۔ سچ ہے۔

بابا کے ہاں سے کون لایا جس نے پایا یہیں سے پایا
گو غوث و قطب و مقتدا ہے وہ بھی اسی در کا اک گدا ہے

البتہ علم اور فہم میں ان کے مراتب مختلف ہیں جو باریک مسائل معمولی علم والوں کی سمجھ میں نہ آئیں وہ مجتہد سمجھ سکتے ہیں مگر ایجاد حکم کا منصب ان کو نہیں۔ نیز یہ کہ امور منصوصہ میں اجتہاد کی ضرورت نہیں بلکہ جائز ہی نہیں۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں اولاً نظر قرآن و حدیث پر ہو اور اگر قرآن یا حدیث سے کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو مجتہدین کے اقوال پر توجہ کی جائے جس مجتہد کا قول با قاعدہ شرعیہ و اصول حدیث و فقہ مدلل اور راجح معلوم ہو اس پر عمل کر لیا جائے اس میں کسی کی خصوصیت یا لزوم نہیں۔ یہی مذہب تمام سلف و خلف کا ہے نہ اس میں کسی امام کی ہتک ہے نہ معاذ اللہ کوئی سب و شتم ہے کیونکہ اگر کسی مجتہد کا قول چھوڑنے سے اس کی ہتک لازمی آتی ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کوئی فرقہ اس ہتک سے بری نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین باقی اماموں کے اقوال کو چھوڑتے ہیں جس سے سب کی ہتک ان کو لازم آئے گی۔ علی ہذا القیاس باقی اماموں کے مقلد بھی اپنے اپنے اماموں کے سوا دوسرے اماموں کی ہتک کے مرتکب ہوں گے بلکہ اس سے بھی ذرا اوپر چڑھیے ہم مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور قرآن و حدیث بھی اس پر ناطق ہیں کہ بمقابلہ آیت یا حدیث نبوی کے انبیاء سابقین کی تعلیم متروک ہے تو کیا اس میں ہم سب کے سب مسلمان انبیاء علیہم السلام کی ہتک اور توہین کرتے ہیں؟ **ولم یقل بہ احدالا من سفہ نفسہ** پس اسی طرح اس صورت کو سمجھ لینا چاہیے۔

ایک بڑا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اہل حدیث اگر کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتے تو آخر محدثین کی کرتے ہیں پس تقلید سے تو کوئی بھی نہ چھوٹا۔ کسی نے مجتہد کی تقلید کی تو کسی نے محدث کی۔ مگر بغور دیکھا جائے تو ایسے شبہات پیش کرنے والوں کا قصور نہیں قصور صرف یہ ہے کہ اہل حدیث کے مذہب سے ناواقف ہیں۔ جس پر یہ کہنا بے جا نہیں کہ! ''تو آشنائے حقیقت نئی خطا ایں جاست''
تقلید اور قبول روایت میں بہت بڑا فرق ہے کوئی امام مجتہد یا محدث بلکہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی پیغمبر ﷺ سے کسی قسم کی روایت سنا دے اور وہ باقاعدہ علم حدیث سے صحیح ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا ضروری ہے۔ روایت کے قبول ہونے کے لیے مجتہد کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ یہی وجہ بھی ہے کہ راویان حدیث میں بہت سے غیر مجتہد ہیں بلکہ علماء اصول حنفیہ نے تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس جیسوں کو غیر مجتہد صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے (دیکھو نورالانوار حسامی وغیرہ) حالانکہ ان کی روایت سب کے نزدیک معتبر ہے وہی راوی جس کی حدیث کو بسر و چشم رکھا گیا تھا اگر کوئی مسئلہ اپنے فہم اور اجتہاد سے بتلاتا ہے تو اس کی سو طرح سے پڑتال ہوتی ہے پہلی تو یہ کہ آیا یہ قائل مجتہد بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس نے یہ استنباط کس حدیث سے کیا ہے۔ پھر یہ اس کا استنباط کسی نص شریعت کے خلاف یا کسی ایسی جگہ تو نہیں جس میں نص موجود ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر تقلید اور قبول روایت دونوں ایک ہی ہیں تو اتنا فرق کیوں ہے؟ ہم لوگ روایت تو ہر محدث اور مجتہد کی قبول کرتے ہیں مگر روایت یعنی مجتہد اور محدث کے فہم کے پابند نہیں۔ الا انہی شرائط سے جو تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء اصول نے لکھی ہیں اور اس میں ہم ہی متفرد نہیں۔ تمام علماء سلف ہمارے ساتھ ہیں۔

علاوہ اس کے اگر قبول روایت بھی تقلید ہے تو فیصلہ شد کیونکہ اہلحدیث اور مقلدین کا اس مسئلہ میں اختلاف تھا کہ آیا ایک ہی امام کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ مقلدین اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ اور اہل حدیث اس سے منکر ہیں لیکن مقلدین نے عملی طور سے ثابت کر دیا کہ وہ بھی تقلید شخصی نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کے علاوہ وہ امام بخاری، مسلم، ترمذی، شافعی، مالک وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی روایات کی روایت بھی تو مانتے اور قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ بقول معترضین قبول روایات اور تقلید میں کوئی فرق نہیں چنانچہ اسی بناء پر وہ اہلحدیث کو ائمہ حدیث کے مقلد سمجھتے ہیں تو پھر تقلید شخصی کہاں رہی بلکہ مقلدین نے بھی کئی ایک اماموں کی روایت قبول کر کے شخصی سے علیحدگی کا ثبوت دیا۔ فافهم

جہاں تک ہم سے ہو سکا ہم ایسے معرکۃ الآراء پر از غیض وغضب مسئلہ سے حسب وعدہ و التزام بغیر کسی فریق یا شخص کی دلآزاری کے صاف نکل گئے ہیں تاہم اگر کوئی صاحب محض اظہار مسئلہ سے کبیدہ خاطرہ ہوئے ہوں تو معاف فرمائیں۔

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں

قراءت فاتحہ خلف الامام

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر قرأت فاتحہ فرض ہے کیونکہ آیت قرآنی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ دونوں (امام اور مقتدی) پر قرأت کا حکم لگاتی ہے چنانچہ نورالانوار میں بھی ہے فان الاول (ای ایه فاقروا) بعمومه يوجب القراة على المقتدى (ص ۱۹۴) مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔ یعنی یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے مقتدی پر بھی قرأت فرض بتلاتی ہے۔

ہاں اس پر یہ شبہ باقی ہے کہ اس آیت سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو عام قرأت ہے گو مقتدی پر بھی سہی۔ مگر فاتحہ کی تخصیص کا ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت موصوفہ مفروض کی تعیین میں مجمل ہے جس کا بیان حدیث نے کر کے مطلب کھول دیا ہے چنانچہ بخاری مسلم کی متفقہ روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارشاد ہے کہ

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ یعنی جو کوئی سورت فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

بلکہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ان معنیٰ کی حدیث سن کر لوگوں نے کہا:

ان نکون وراء الامام یعنی ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔

تو حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا:

اقراء بھا فی نفسك. تو اس وقت بھی اس کو آہستہ آہستہ پڑھا کرو۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ان تمام مضامین میں حکم اور قول فیصل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ کُنَّا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَقَرَاءَ فَثَقُلَتْ عَلَیْہِ الْقِرَاءۃُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّکُمْ تَقْرَؤُنَ خَلْفَ اِمَامِکُمْ قُلْنَا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْبِھَا۔ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پیچھے ایک روز صبح کی نماز پڑھ رہے تھے پڑھتے پڑھتے آپ قرات سے رک گئے جب فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ تم امام کے پیچھے کچھ پڑھا کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی ہاں حضرت (ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص نے سبح اسم اونچی آواز سے پڑھی تھی۔

امام بیہقی نے فرمایا سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں۔

اس روایت پر جو سوالات کیے جاتے ہیں ان سب کا جواب اسی روایت کو دوسری سند سے دیکھنے سے مل سکتا ہے۔ جو امام بیہقی نے ''کتاب القراء خلف الامام'' میں اسی سند کے ساتھ اسی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَــن عُبَادَةَ ابنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب خلف الامام وھذا اسناد صحیح۔

عبادہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (امام بیہقی کہتے ہیں) اس کی سند صحیح ہے۔(ص ۴۷)

اس حدیث سے نہ صرف اس امر کی تصریح ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا اسی طرح فرض ہے جیسا کہ سری میں' کیونکہ یہ واقعہ ہی صبح کی نماز کا ہے۔اس مسئلہ میں ہمارے پر بڑا بھاری معارضہ ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث نبوی سے پیش کیا جاتا ہے جس کا بیان مع مختصر جواب کے یہ ہے۔

آیت موصوفہ یہ ہے:

اِذَا قُـرِئَ الْـقُـرْآنُ فَـاسْـتَـمِـعُـوْا لَـهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہ کر سنا کرو تا کہ تم پر رحم ہو۔

چونکہ جہری نماز میں امام بلند پڑھتا ہے تو اس آیت کے بموجب مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے اور حدیث میں ہے کہ۔

من کان له امام فقرائة الامام له قراة

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہو اس کے امام کی قرأت بس اس کی قرأت ہے۔

پھر مقتدی کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آیت کے خلاف باوجود قرآن سنے جانے کے بجائے خاموش رہنے کے پڑھنے سے حکم الٰہی کا خلاف کرے۔

یہ ہے معارضہ کی مختصر تقریر، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جس حالت میں قرآن بطور وعظ و نصیحت کے پڑھا جائے اس وقت تم دل لگا کر سنو اور خاموش رہو کیونکہ مکہ شریف کے مشرک کہا کرتے تھے:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔

یعنی مشرک اپنے بھائیوں سے کہتے تھے کہ قرآن نہ سنا کرو بلکہ اس کے پڑھے جانے میں شور و شغب کیا کرو تا کہ تم اس کی آواز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر غالب آجاؤ۔

جس کے جواب میں یہ ارشاد باری تعالیٰ پہنچا کہ کم بختو! جب قرآن سنو تو چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ان معنی کا ثبوت خود حنفیہ کرام کی کتابوں سے ملتا ہے۔

''ہدایہ'' میں صاف لکھا ہے کہ صبح کی نماز ہوتے ہوئے مقتدی صبح کی سنتیں مسجد کے دروازہ پر پڑھ لیا کرے حالانکہ امام کے پڑھنے کی آواز اس کے کانوں میں آتی ہوگی۔علاوہ اس کے درس گاہوں میں ایک کے پڑھتے ہوئے دوسرا بھی پڑھتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا۔اور نہ اس سے کوئی عالم منع کرتا ہے حالانکہ اِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ صادق آتا ہے۔نیز امام کے پڑھتے ہوئے مقتدی مسبوق آکر ملتا ہے تو تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتا ہے حالانکہ قرآن کے پڑھے جانے کے وقت بالکل خاموشی چاہئے۔ جو اللہ اکبر کہنے سے کسی قدر فوت ہو گئے۔پس ان اور ان جیسی کئی ایک مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت موصوفہ کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بتلائے ہیں یعنی جس وقت قرآن بطور وعظ و نصیحت کے پڑھا جائے تو دل لگا کر سنا کرو۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں قرآن کا پڑھنا بطور ذکر ہے نہ بطور وعظ تذکیر۔یہی وجہ ہے کہ جماعت میں خواہ تمام مقتدی جاہل ہوں جو قرآن مجید کا ایک حرف نہ سمجھتے ہوں تو بھی ان کی نماز درست ہے۔اور کسی کے نزدیک بھی امام کو اپنی قرات کا ترجمہ کر کے سمجھانا ضروری نہیں۔پس مدعا صاف ہے کہ امام بحالت امامت قرآن شریف بطور ذکر پڑھتا ہے نہ بطور وعظ ایسے وقت میں مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا کسی طرح منع نہیں خاص کر سری نمازوں (ظہر، عصر) میں تو کسی طرح ممانعت نہیں۔رہا حدیث مذکور (مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ) کی بابت۔سو یہ حدیث صحیح نہیں۔امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں کہا ہے لم یثبت (ثابت نہیں) دوسرے محدثین بھی قریب قریب اسی کے حکم لگا گئے ہیں۔ہدایہ کی تخریج میں حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی۔اس لیے وہ احادیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بر تقدیر ثبوت بھی وجوب فاتحہ کی منافی نہیں کیونکہ اس میں جو قرات کا لفظ ہے اس سے سوائے فاتحہ کے باقی قرات قرآن مراد ہے اس لیے کہ کتب اصول میں صاف لکھا ہے کہ عام اور خاص مقابلہ کے وقت عام اتنے حصے میں مخصوص ہو جائے گا جتنے حصے کو عام اور خاص دونوں شامل ہیں۔نور الانوار میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا اوصی بخاتم للانسان ثم بالفص منه للأخوان الحلقة للاول والفص بينهما بخلاف ما اذا اوصی بالفص بكلام موصول فانه يكون بيانالان المراد بالخاتم فيما سبق الحلقة فقط فتكون الحلقة للاول والفص للثان۔ (ص ٦٩ ۔ مطبوعه انوار محمدی لکھنؤ)

چونکہ ادلہ شرعیہ کے حکم میں تقدم تاخر معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے لامحالہ اتصال پر حمل ہوں گی پس نتیجہ یہ ہے کہ من کان له امام والی حدیث میں قرأت سے مراد سوائے سورہ فاتحہ کے ہے یہ معنی امام بیہقی وغیرہ نے بھی کیے ہیں اور یہی راجح ہیں۔ جمعا بين الادلة اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے باقی میں امام کی قرات کافی ہے اس سے کسی قدر با قاعدہ تفصیل سے دیکھنا ہو تو تفسیر ثنائی جلد دوم میں حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔ ①

رفع الیدین

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانے مستحب ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ۔ (متفق عليه)

آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے ہیں تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

چونکہ آنحضرت ﷺ کے رفع یدین کرنے میں کسی فریق کو اختلاف نہیں۔ حنفیہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین عندالرکوع کیا۔ مگر منسوخ کہتے ہیں لہٰذا ہمیں زیادہ ثبوت دینے کی اس موقع پر حاجت نہیں بلکہ فریق ثانی کے ذمہ ہے کہ وہ نسخ کا ثبوت دیں۔ اس لیے

① ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے آخر میں یہ مقالہ تفصیل مزید کے ساتھ ملحق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے مزید ثبوت دینے کے حنفیہ کرام کے دعویٰ نسخ کی پڑتال مناسب ہے۔

اس دعویٰ پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں ان میں سے بھی ایک اول اور ایک دوم درجہ ہے اول سر دفتر حدیث روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو ترمذی میں موجود ہے جس کے الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں۔

قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فصلی فلم یرفع یدیه الافی اول مرة۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم کو آنحضرت ﷺ کی نماز بتلاؤں؟ یہ کہہ کر انہوں نے نماز پڑھی تو سوائے اول مرتبہ کے رفع یدین نہ کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہے جب ہی تو ایسے بڑے جلیل القدر صحابی نے رفع یدین نہ کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعود کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے ابن مسعود کے نزدیک جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہو جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ علاوہ اس کے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایک امر جو رسول اللہ ﷺ سے بروایات صحیحہ ثابت ہو وہ صرف کسی صحابی کے نہ کرنے سے منسوخ قرار دیا جائے حالانکہ وہ حدیث بقول عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدث کے ثابت بھی نہیں۔ اگر بہ تحقیق امام ترمذی حسن ہے تو بھی صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ خصوصاً جس حال میں آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کا اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعویٰ نسخ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

عَنْ اَبِی حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ فِي عَشْرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ يَقْرَءُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيْ

ابوحمید ساعدی نے آنحضرت ﷺ کے بعد دس صحابہ کی مجلس میں دعویٰ کیا کہ میں آنحضرت ﷺ کی نماز تم سے بہتر جانتا ہوں ان کے کہنے پر اس نے بتلائی تو رکوع کرتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے دونوں وقت رفع یدین کی اور ان دس صحابہ کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ إِلَى ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي۔

نے تصدیق کی کہ بے شک آنحضرت ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

(رواه ابوداؤد دارمی ترمذی و قال هذا حديث حسن صحيح)

یہ روایت اور دس صحابہؓ کی تصدیق ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن روایتوں میں آیا ہے کہ کسی ایک آدھ صحابی نے رفع یدین نہیں کی ان کو نماز کے ضروری ضروری ارکان خصوصاً قومہ جلسہ اعتدال وغیرہ (جن میں عموماً لوگ سستی کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مسیء الصلوۃ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ارکان صلوۃ میں سستی کرتے تھے ان کی نسبت حاضرین کو تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے نہ کہ امور مستحبہ کا بیان بھی۔

علاوہ اس کے اگر کسی امر میں جو سرور کائنات عليه افضل التحية والصلوة سے ثابت ہو۔ کسی ایک آدھ صحابی کے نہ کرنے سے نسخ ہوسکتا ہے تو یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع کے وقت چونکہ تطبیق ① کرتے تھے دونوں ہاتھوں کو زانوؤں پر نہ رکھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہ مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو اس فعل کی تاکید مزید کیا کرتے تھے تو لامحالہ اس وقت جب کہ انہوں نے رفع یدین نہ کی ہوگی۔ زانوؤں پر ہاتھ بھی نہ رکھے ہوں گے۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ان کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے تو پس چاہیے کہ رکوع کے وقت زانوؤں پر ہاتھ رکھنے بھی منع ہوں حالانکہ کسی کا مذہب نہیں اور تو کسی کا کیا ہوتا۔ خود حنفیہ کا بھی نہیں بلکہ اگر اس قسم کی روایات خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہوں کہ حضور ﷺ نے سوائے اول دفعہ کے رفع یدین نہیں کی۔ تو بھی نسخ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سنت خاص کی مستحب امر کے لیے تو دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے۔ سنت یا مستحب تو وہی ہوتا ہے کہ

فعل مرة وترك اخرى ②　　کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔

جس کو اہل معقول کی اصطلاح میں مطلقہ عامہ کہنا چاہیے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مطلقہ عامہ کی

① تطبیق کے معنی ہیں رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں دونوں زانوؤں کے اندر دینا۔
② دیکھو کتب اصول۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقیض مطلقہ عامہ نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل نسخ پر جسے آج کل بڑے زور سے بیان کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے جس کے الفاظ مع مطلب یہ ہیں:

مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس۔ (مسلم)

رسول پاک ﷺ نے صحابہؓ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا کیا سبب ہے کہ تم اسی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو۔ گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے رفع یدین کا نسخ ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضور نے نماز کے اندر ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے تو ہر قسم کی رفع یدین جو نماز کے اندر ہوگی منع ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مجمل ہے مفصل خود اس شبہ کا جواب دیتی ہے چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِاَيْدِيْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاشَانُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلِ شُمْسٍ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ اِلٰى صَاحِبِه وَلَا يُوْمِي بِيَدِهٖ۔ (مسلم باب الامر بالسكون في الصلوة)

میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ جب ہم اخیر نماز کے سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرکے السلام علیکم کہا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ ہاتھوں سے ایسے اشارے کرتے ہو گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں جب کوئی سلام دیا کرے تو اپنے ساتھی کی طرف صرف دیکھا کرے اور اشارہ نہ کیا کرے۔

پس یہ مفصل روایت ہی جواب کافی دے رہی ہے کہ بات کچھ اور ہے حضور ﷺ نے اس بے محل رفع یدین سے منع فرمایا ہے۔ جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے نہ کہ عندالرکوع والی رفع یدین کو۔ علاوہ اس کے نسخ میں تقدم تاخر کا علم قطعی ہونا چاہئے۔ جو یہاں پر نہیں بھلا اگر کوئی یوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ دے کہ یہ روایت (بشرطیکہ اس کو رفع یدین عندالرکوع سے تعلق ہو) خود ابن عمر کی روایت مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ ابن عمر اور دیگر صحابہ کرامؓ رفع یدین پر بعد انتقال آنحضرت ﷺ بھی عمل کرتے رہے تو اس کا جواب شاید قائلین نسخ پر ہم سے زیادہ مشکل ہو۔ خیر میں اپنے بھائیوں کو فخر المتاخرین استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بحث ختم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّنْ لَا یَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِیْثَ الرَّفْعِ اَکْثَرُ وَ اَثْبَتُ۔ (حجة الله البالغه اذ كار وهئيات)

یعنی جو لوگ رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں کیونکہ رفع یدین کی حدیثیں تعداد میں زیادہ اور ثبوت میں بھی پختہ۔

مزید بحث رفع یدین کی دیکھنی ہو تو رسالہ تنویر العینین مصنفہ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ ملاحظہ ہو یا ہمارا رسالہ آئین رفع یدین مطالعہ کریں۔

آمین بالجہر

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ امام جب اونچی آواز سے پڑھے تو بعد ولا الضالین کے مقتدی باواز بلند آمین کہیں کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ آمین حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ (رواه ابوداؤد و ابن ماجه) وَقَالَ حَتّٰی یَسْمَعَهَا اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَیَرْتَجُّ

"روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتے تو آمین کہتے اتنی بلند کہ پہلی صف والے سن لیتے۔ پھر سب لوگ بیک آواز میں کہتے۔ تو تمام مسجد آواز سے گونج اٹھتی۔" (المنتقی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِهَا الْمَسْجِدُ۔ (المنتقی)

اس مسئلہ نے اپنی قوت ثبوت کی وجہ سے بعض محققین علماء حنفیہ کو بھی اپنا قائل بنا لیا چنانچہ مولانا عبدالحیٰ مرحوم لکھنوی شرح وقایہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

قد ثبت الجهر عن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باسانيد متعددة يقوى بعضها بعضا في سنن ابن ماجه والنسائى وابى داؤد و جامع الترمذى و صحيح ابن حبان و كتاب الام للشافعي و غيرها وعن جمع من اصحابه برو ايت ابن حبان فى كتاب الثقات وغيره ولهذا اشار بعض اصحابنا كا بن الهمام فى فتح القدير وتلميذه ابن امير الحاج فى حلية المحلي شرح منية المصلي الى قوته رواية۔	آنحضرت ﷺ سے متعدد سندوں کے ساتھ آمین بالجہر کہنا ثابت ہے دو ایسی سندیں ہیں کہ ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں ابن ماجہ نسائی ابی داؤد ترمذی صحیح ابن حبان امام شافعی کی کتاب الام وغیرہ میں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ سے بھی ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے اسی واسطے ہمارے بعض علماء مثل ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آمین بالجہر کا ثبوت باعتبار روایات کے قوی ہے۔" (حاشیہ شرح وقایہ ص ۱۶۷)

صاحب ہدایہ نے ہمارے مذہب کے خلاف یا یوں کہیے کہ اپنے مذہب کے ثبوت کے لیے دو دلیلیں لکھی ہیں ایک تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے ان میں سے ایک آمین بھی ہے اربع يخفيهن الامام وذكر من جملتها التعوذ والتسمية و آمين۔ (هدايه)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو رفع یدین کے مسئلہ میں ہم لکھ آئے ہیں کہ کوئی فعل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ کسی صحابی کے عدم فعل سے رد یا منسوخ نہیں ہوسکتا جب کہ آمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالجہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو پھر کسی طرح کسی صحابی کے نہ کرنے یا منع کرنے سے منع نہیں ہو سکتی۔ البتہ صحابی کو معذور سمجھنے کے لیے کوئی تاویل کرنی پڑے گی۔ سو جو تاویل باقی مسائل میں حنفیہ کرام کریں گے وہی اس مسئلہ میں کریں گے کہ اس صحابی سے یہ فعل نبوی مخفی رہا۔ ہاں اگر کسی کو یہ تاویل پسند نہ ہو وہ انہی ابن مسعود کی رکوع کے وقت تطبیق کرنے وغیرہ مسائل خلافیہ متعلق عبادات وغیرہ کی کوئی معقول توجیہ بتا دیں تو ہم بھی اسی پر دستخط کر دیں گے۔

دوسری دلیل صاحب ہدایہ نے یہ دی ہے۔

وَلِاَنَّهٗ دُعَاءٌ فَيَكُوْنُ مَبْنَاهُ عَلَى الْإِخْفَاءِ۔ (هدايه) آمین دعا ہے پس یہ مخفی ہونی چاہیے۔

اس دلیل میں آیت قرآنی کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ اپنے پروردگار کو عاجزی سے اور خفیہ پکارا کرو۔

لیکن بڑے ادب سے عرض ہے کہ آمین اصل دعا نہیں بلکہ استجابت دعا ہے جو اگر ہے تو حکماً دعا ہے یعنی جو دعا امام نے کی ہے اس کی قبولیت کی درخواست ہے پس جب اصل دعا جو امام کر رہا ہے یعنی سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہے اسے آہستہ پڑھنے کا حکم نہیں دیتے اور جو اسی دعا کی استجابت (قبولیت) کی درخواست کرے۔ اس استجابت کو اس آیت سے منع کریں۔ لعمری ان هذا الاعجب العجاب۔ پس جب امام اونچی آواز سے دعا کرے گا تو مقتدی بھی بلند آواز سے استجابت کرے گا اور جس وقت آہستہ دعا کرے گا مقتدی بھی آہستہ استجابت کرے گا سارا مدار امام پر ہے پہلے امام کو روکنا چاہیے۔ فافهم

اخیر میں محققین حنفیہ کا فیصلہ متعلق مسئلہ ہذا بتلا کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ شیخ ابن الہمام شارح ہدایہ فتح القدیر میں مسئلہ ہذا (آمین بالجہر) میں بالکل اہلحدیث کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

لو كان الى فى هذا شىء لو فقت بان رواية الخفض يراد بها عدم اگر مجھے اس امر میں اختیار ہو (یعنی میری رائے کوئی سنے) تو میں اس میں موافقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرع العنيف و رواية الجهر بمعنى قولها في زير الصوت و ذيله يدل على هذا ما في ابن ماجه كان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذا تلا غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين حتى يسمع من الصف الاول فيرتج بها المسجد ۔ الخ (جلد اص ۱۷۷ نولکشوری)

کروں کہ جو روایت آہستہ والی ہے اس سے تو مراد ہے کہ بہت زور سے نہ چلاتے تھے اور جہر کی آواز سے مراد گونجتی ہوئی آواز ہے میری اس توجیہ پر ابن ماجہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھتے تھے تو آمین کہتے تھے ایسی کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے (پھر دوسرے لوگوں کی آواز ملنے سے مسجد گونج جاتی تھی۔"

اظہار تشکر

اہلحدیث کو فخر ہے کہ ان کے مسائل قرآن وحدیث سے ثابت ہو کر ائمہ سلف کے معمول بہ ہونے کے علاوہ صوفیاء کرام میں سے مخدوم جہانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز بھی ان کی تائید میں ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ حضرت ممدوح نے آمین اور رفع یدین کو کس وضاحت سے لکھا ہے زہے قسمت۔

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں باماست امروز

پس صوفیائے کرام کی خدمت میں عموماً اور خاندان قادریہ کی جناب میں خصوصاً بڑے ادب سے عرض ہے کہ وہ ان دونوں سنتوں کے رواج دینے میں دل وجان سے سعی کریں اور اگر خود نہ کریں تو ان کے رواج دینے والے فرقہ اہلحدیث سے دلی محبت اور اخلاص رکھیں کیونکہ

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ این چہ بود ایں سگے درکوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود

سینہ پر ہاتھ باندھنے

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے چاہئیں کیونکہ صحیح حدیث میں آیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ۔ (ابن خزیمہ)

"آنحضرت ﷺ نماز کے وقت سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یہ مسئلہ قرآن شریف ہی سے بتلایا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ النَّحْرِ۔ (معالم التنزیل)

آپ آیت وانحر کے معنی کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر سینہ پر رکھو۔

اور جو حدیث حضرت علی والی مصنف ہدایہ نے ناف سے نیچے باندھنے کی نقل کی ہے وہ صحیح نہیں (دیکھو تخریجات ہدایہ) امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ تمام حفاظ حدیث اس کے ضعف پر متفق ہیں۔

وجوب جمعہ اور ظہر احتیاطی

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جمعہ علی الاطلاق واجب ہے۔ حنفیہ اور دیگر علماء کے نزدیک بھی وجوب جمعہ مسلم ہے مگر وہ چند شرائط ایسی لگاتے ہیں جو اہلحدیث کے نزدیک ثابت نہیں اس لیے مناسب ہے کہ ثبوت فرضیت سے درگزر کر کے ان شرائط ہی پر بحث کی جائے۔ حنفیہ کرام کا مذہب ہے کہ جمعہ کے واسطے شہر اور قاضی کا ہونا ضروری ہے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

لَا يَصِحُّ الْجُمْعَةِ اِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْفِي مُصَلَّى الْمِصْرِ وَلَا تَجُوْزُ فِي الْقُرٰى لَقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ لَا جُمْعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ وَلَافِطْرَ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا

جمعہ صرف شہر یا اس کے مضافات (عیدگاہ وغیرہ) میں ہوگا کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے نماز جمعہ اور نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ سوائے شہر کے نہیں چاہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي مِصْرٍ جَامِعٍ وَالْمِصْرُ الْجَامِعُ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ أَمِيرٌ وَقَاضٍ يَنفُذُ الْأَحْكَامَ وَيُقِيمُ الْحُدُودَ۔ (هدایه باب الجمعته)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد مصنف ہدایہ شہر کی تعریف بتلاتے ہیں کہ جہاں حاکم ہو۔ جو احکام اور حدود قائم کرے۔

پس یہی ایک حدیث ہے جس سے اس امر کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ جمعہ کے لیے شہر اور قاضی وغیرہ کا ہونا ضروری ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں۔ امام نووی نے کہا ہے: متفق علی ضعفه (یعنی سب محدث اس کے ضعف پر متفق ہیں) بیہقی نے کہا ہے اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ تخریجات ہدایہ زیلعی' اور عسقلانی نے اس کو ضعیف بتلایا ہے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے سو بموجب اصول حدیث وفقہ مسائل اجتہادیہ میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا خاص کر ایسے مسائل میں جہاں اور صحابہ اس کے خلاف پر بھی ہوں۔ امام بیہقی نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے کہ مصر اور اس کے مضافات والے جو دریا کے کنارے کنارے رہتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمانؓ کے حکم سے جہاں ہوتے جمعہ پڑھ لیتے۔ عبدالرزاق نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان لوگوں کو اپنے اپنے پانی کے جوہڑوں پر جمعہ پڑھتے دیکھتے تو منع نہ کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بحرین والوں کو حکم بھیجا تھا کہ تم جہاں ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔ علماء اصول فقہ حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال باہمی مختلف ہوں ان میں ہم کو اختیار ہے۔ کسی کی پیروی کر لیں (دیکھو نور الانوار بحث تقلید الصحابی) جب تک کوئی مرفوع حدیث نہ ہو وجوب نہیں ہوتا۔

پس جب کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی سے شرطیت ثابت نہیں ہوتی تو بحکم حضور علیہ السلام ذرونی ماترکتکم ① جمعہ بلا شرط فرض رہے گا۔ الا وہی شرط معتبر ہوگی۔ جس کا ثبوت شرع میں ہو۔ اسی لیے اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ہر ایک جگہ جمعہ واجب ہے شہر ہو یا گاؤں جہاں پردو

① جب تک میں تم کو حکم نہ دوں تم بھی کرید نہ کیا کرو۔ (متفق علیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے بحکم الاثنان فما فوقهما جماعة جمعہ پڑھیں گے۔ فمن ادعی غیر ذلك فعلیه البیان و البرهان۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد طویل الذیل بحث ظہر احتیاطی کی ہے جس پر آج کل بہت سی رائے زنیاں ہو رہی ہیں مگر ہمارے نزدیک بلکہ ہر ایک محقق کے نزدیک یہ رائے زنیاں محض بے بنیاد ہیں اس لیے کہ یہ مسئلہ بھی فقہائے حنفیہ شکر اللہ سعیهم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔ اصل وجہ اور بناء ظہر احتیاطی کی (جیسا کہ طحاوی کی آئندہ عبارت سے معلوم ہوگی) یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز نہیں اس لیے جس جگہ متعدد مقامات پر جمعہ پڑھنے والوں کو ایسے علماء نے ظہر احتیاطی کا حکم دیا ہے گو اہلحدیث کے نزدیک تو کوئی مسئلہ بھی جو قرآن و حدیث سے مدلل نہ ہو۔ قابل پذیرائی نہیں اس لیے ان کو تو ایسے اقوال کیا ہی اثر کر سکتے تھے مگر شکر ہے کہ محققین علماء حنفیہ نے بھی ایسی ایسی روایات سے صریح انکار کیا۔ درمختار میں صاف مرقوم ہے:

وَتُؤَدّٰى فِى مِصْرٍ وَاحِدٍ بِمَوْضِعٍ كَثِيْرَةٍ مُطْلَقًا عَلَى الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى (درمختار) قَوْلُهُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ هُنَالِكَ ضَرُوْرَةٌ اَمْ لَا فَصْلٌ بَيْنَ جَانِبَيِ الْبَلَدِ نَهْرٌ اَمْ لَا قوله عَلَى الْمَذْهَبِ لِاِطْلَاقِ الْخَبَرِ وَهُوَ لَا جُمْعَةَ اِلَّا فِى مِصْرٍ فَشَرَطَ الْمِصْرَ فَقَطْ۔	ایک ہی شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا ہو سکتا ہے اور یہ مذہب صحیح اور اسی پر فتوی ہے اس میں علامہ طحطاوی حاشیہ لکھتے ہیں کہ بے شک ایک شہر میں متعدد جگہ ہو سکتا ہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔ شہر کے درمیان کسی نہر وغیرہ کا فاصلہ ہو یا نہ ہو۔ ہر صورت میں جائز ہے۔ کیونکہ حدیث میں صرف شہر کی شرط ہے اور بس۔" (طحطاوی)

(ہمارے نزدیک تو شہر کی شرط بھی نہیں۔ چنانچہ اس کی بحث پہلے آ چکی ہے۔)

اس فیصلہ کے بعد کہ ایک ہی بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ صاحب درمختار اور طحطاوی کا فیصلہ خاص در بارہ ظہر احتیاطی بتلاتے ہیں۔ مصنف درمختار صاحب بحر سے نقل کرتے ہیں کہ:

قدافتیت مرارا بعدم صلوۃ الاربع	میں نے کئی دفعہ ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد هابنية الظهر خوف عدم فرضيتها وهو بالاحتياط في زماننا (درمختار) قوله قد افتيت الخ هذا كلام مرتبط بكلام قبله للكمال فإنه قال وانما اكثر نافيه اى فرض الجمعة نوعا من الاكثار لما نسمع من بعض الجهلة انهم ينسبون الى مذهب الامام عدم افتراضها قال صاحب البحر وقدكثر ذلك من جهله زماننا ايضا ومنشاء جهلهم صلوة الاربع بعد الجمعة بنية الظهر وانما وضعها بعض المتاخرين عندالشك في صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها في مصروا حد وليست هذه الرواية بالمختار وليس هذا القول اعنى اختيار الاربع بعدها مرويا عن الامام وصاحبيه حتى وقع لى انى افتيت مرارا بعدم صلوتها خوفا على اعتقاد الجهلة انها الفرض وان الجمعة ليست بفرض۔ (ديكهو طحطاری)

فتویٰ دیا ہے کیوں کہ خوف تھا کہ لوگ جمعہ کی فرضیت ہی نہ بھول جائیں اور ہمارے زمانے میں مناسب اور احتیاط یہی ہے کہ ظہر احتیاطی نہ پڑھی جائے (اس پر علامہ طحطاوی نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہے کہتے ہیں ہم نے اس لیے ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کے متعلق طول کلامی سے کام لیا ہے کہ بعض جاہلوں سے ہم نے سنا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ جمعہ فرض نہیں صاحب البحر نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے جاہلوں میں بھی عام طور پر یہ خیال شائع ہوا ہے جمعہ فرض نہیں اور اس کے اس خیال کی وجہ صرف ظہر احتیاطی ہے اور بعض متاخرین علماء نے ظہر احتیاطی کو صرف اس لیے تجویز کیا تھا کہ ایک روایت کے مطابق ایک ہی شہر میں چند جگہ جمعہ جائز نہ تھا حالانکہ یہ روایت ہی ٹھیک نہیں اور نہ ہی یہ قول کہ ظہر احتیاطی کی چار رکعتیں پڑھنی چاہیں امام ابو حنیفہ صاحب اور نہ صاحبین سے منقول ہے حتیٰ کہ مجھے بھی کئی دفعہ اتفاق ہوا ہے کہ میں نے خود ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کو فرض جان لیتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جمعہ کو فرض نہیں جانتے۔

ان روایات فقہیہ معتبرہ نے ظہر احتیاطی کے مسئلہ کا جہاں فیصلہ کیا ہے اس کی بنا اور وجہ تجویز بھی بتلا دی کہ اصل وجہ ظہر احتیاطی کی یہ ہوئی ہے کہ بعض متاخرین نے (جن کا نام بھی شاید معلوم نہیں) ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ کا پڑھنا بعض روایات فقہیہ سے ناجائز سمجھا جس پر ظہر احتیاطی کا حکم لگایا پھر اس بنیاد کا ابطال بھی صاف لفظوں میں کر دیا کہ یہ روایت کہ ایک ہی مقام میں متعدد جگہ جمعہ ناجائز ہے پسندیدہ اور مختار نہیں بلکہ پسندیدہ اور قابل فتویٰ یہی بات ہے کہ ایک بستی میں متعدد جگہ بلاشبہ جمعہ جائز ہے پس اب ظہر احتیاطی کا قائل ہونا صریح **بناء فاسد علی الفاسد** نہیں تو کیا ہے افسوس کہ اہلحدیث پر تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ کتب فقہ کو نہیں مانتے حالانکہ وہ جس طریق سے مانتے ہیں سب سلف صالحین اسی طرح مانتے تھے مگر جب اپنے خلاف کوئی روایت ہو۔ تو باوجود تسلیم صحت اس کتاب کے ہمارے بھائی کانوں پر ہاتھ رکھ کر صاف نکل جاتے ہیں۔ ہمارے پاس موجودہ علماء محققین علماء حنفیہ **شکر اللہ سعیھم** کے انکاری فتویٰ بھی اس امر میں موجود ہیں مگر ہم ان کو پیش کرنا نہیں چاہتے تاکہ کسی صاحب کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ علاوہ اس کے موجودہ علماء محققین کی تحقیق کی بنا بھی انہی متقدمین فقہا کے اقوال پر ہے اس لیے بحکم **الفضل للمتقدم** انہی متقدمین کے اقوال کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

خطبہ میں وعظ

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ خطبہ میں خطیب قرآن شریف پڑھ کر اس کا مطلب دیسی زبان میں بتلاتا جائے اور مناسب موقع پر تفسیر یا تشریح آیات اور تذکیر حاضرین بھی کرے اتنے مطلب کے لیے کسی آیت یا حدیث کے ثبوت دینے کی حاجت نہیں۔ خطیب کی ہیئت کذائی اور شکل ظاہری حاضرین کی طرف منہ کر کے بلند مکان پر کھڑا ہونا اور بصیغہ ھائے خطاب ان کو مخاطب کرنا اور **ایھا الناس ایھا الاخوان** کہہ کہہ کر پکارنا یہی دلیل کافی ہے کہ ایسی صورت میں اس کو کھڑا کرنے سے شریعت کا یہی مقصود ہے کہ لوگ اس کے کلام کو بغور سنیں اور مستفید ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری یہ رائے وجدانی رائے ہے کہ خطیب کی شکل اور ہیئت کذائی ہی دیکھنے سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس سے مقصود شریعت کا یہی ہے کہ لوگوں کو پند و نصائح سنائے اور لوگ اس سے مستفید ہوں۔ اس صوری دلیل کے علاوہ قرآن و حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اقوال علماء وفقہاء بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ خطبہ خطاب سے ماخوذ ہے اور خطاب میں جب تک ہم زبانی نہ ہو خطاب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ فرماتا ہے۔

مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ۔

جو رسول اللہ کی طرف سے آتا رہا وہ اپنی قوم کے محاورہ ہی پر بولتا ہے تاکہ ان کو بیان کرکے مطالب سمجھائے۔''

احادیث اس بارے میں کثرت سے آتی ہیں جن سے یہ مطلب بدیہی اور روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی وضع شریعت میں اسی غرض کے لیے ہے کہ خطیب حاضرین کو اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دے اور وہ بگوش دل اس کی باتوں کو سنیں چنانچہ ہر ایک حدیث کی کتاب میں یہ مضمون مل سکتا ہے کہ اصحاب کہتے ہیں فلاں کام پیش آیا (خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم) تو آنحضرت ﷺ نے ہم کو خطبہ سنایا اور وہ مطلب سمجھایا۔ ان بیرونی شہادتوں کے علاوہ خاص جمعہ میں خطبہ نبویہ کی کیفیت حدیثوں میں یوں آتی ہے:

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ۔ (صحيح مسلم)

آنحضرت ﷺ کے خطبے کے دو حصے ہوتے تھے (جیسا کہ آج کل بھی دستور ہے) درمیان ان دونوں کے بیٹھتے تھے۔ قرآن ان میں پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔

یہ حدیث اپنا مضمون بتلانے میں بالکل صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے خطبہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ نہ صرف قرآن ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ یقرء القران کے ساتھ یذکر الناس بھی موجود ہے جس کو راوی نے اسی لیے ساتھ ملایا ہے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرلے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف قرآن کا پڑھنا ہی آپ کا وعظ تھا جیسا کہ آج کل کے مانعین وعظ کہتے ہیں۔

ایک حدیث کے الفاظ اور ترجمہ یہ ہے:

فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَ اَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔ (مسلم)

نماز کو لمبا اور خطبہ کو چھوٹا کیا کرو کیونکہ بعض بیان تاثیر کرنے میں جادو کی طرح ہوتے ہیں۔"

اس حدیث میں حضور ﷺ نے خطبہ کو "بیان" فرمایا ہے جس میں اتحاد لسان یعنی خطیب اور سامعین کا ہم زبان اور ہم محاورہ ہونا بحکم عرف اور بفحوائے آیت مرقومہ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ضروری ہے۔

ایک حدیث میں راوی آپ کا خطبہ کی کیفیت یوں بتلاتا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ وَ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ۔ (صحیح مسلم)

آنحضرت ﷺ جب خطبہ پڑھتے تھے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہوتی اور غصہ سخت ہوتا۔ گویا آپ کسی دشمن کی فوج سے ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی صبح، شام دشمن تم پر آنے والا ہے۔"

ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَ لْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا۔ (صحیح مسلم)

آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے آئے وہ خفیف سی دو رکعتیں پڑھ لیا کرے۔" (مسلم)

ایک روایت ہے:

بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی وقت ایک صحابی مسجد میں داخل ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اٰیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ فَقَالَ مَا ھُوَاِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَآءَ وَمَا زِدْتُ عَلٰی اَنْ تَوَضَّأْتُ قَالَ الْوُضُوْءُ اَیْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالْغُسْلِ۔ (ترمذی)

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ہی میں کہا کہ یہ کون سا وقت آنے کا ہے اس نے کہا میں تو اذان سنتے ہی وضو کر کے آ گیا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا صرف وضو ہی پر تو نے قناعت کی ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہانے کا حکم فرمایا ہوا ہے۔

عید کے خطبہ کی کیفیت یوں آتی ہے:

فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرَ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ۔ (متفق علیه)

بعد نماز آنحضرت ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے پس ان کو وعظ کرتے اور وصیت فرماتے اور حکم کرتے اور کسی فوج کو تیار کرنا ہوتا تو اسی خطبہ ہی میں تیار کر دیتے پھر چلے جاتے یا کسی بات کا حکم کرنا ہوتا تو کر دیتے۔"

ان روایات سے اس شبہ کا جواب بھی آ جاتا ہے جو عموماً اس مسئلہ کے خلاف پر کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے غیر ملکوں میں جا کر عجمی زبانوں میں خطبہ کا ترجمہ نہیں سنایا تو معلوم ہوا کہ سوائے عربی کے اور زبانوں میں ترجمہ نہ چاہیے۔ اس کا جواب ان روایات سے یوں پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عین خطبہ پڑھتے ہوئے جو یہ فرمایا اذا جاء احد کم یوم الجمعۃ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کو دیر کرنے پر ٹوکا۔ اب بھی خطیب کو ایسی حاجت پیش آئے تو کیا عربی ہی میں کہے؟ اور بس کر دے یا ان الفاظ کا مطلب سامعین کو سمجھا بھی دے؟ کچھ شک نہیں کہ عربی ہی میں کہنے کو کافی کہنے والا دنیا بھر میں کوئی نہ ہوگا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایک شخص پنجابی جو عربی زبان سے بالکل نا آشنا ہے مسجد میں آئے تو امام اسے تنبیہ کرنے کو یوں کہے کہ ایۃ ساعۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھذہ الوضوء ایضا وقد علمت ان رسول اللہ ﷺ یا اگر امیر کو فوج تیار کرنی ہو تو پنجابی یا ہندی حاضرین کو عربی میں فرمان دے کر بغیر مطلب سمجھائے چل دے۔ میرے خیال میں دنیا بھر میں یہ بات کوئی نہ کہے گا حالانکہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے یہ سب امور خطبات میں ثابت ہیں پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ صحابہ نے اس اصول (تفہیم) کو غیر ملکوں میں ملحوظ نہ رکھا ہو ہاں یہ ممکن ہے کہ بوجہ اس کے کہ فتح کرتے ہی حاضرین صرف اپنی فوج ہوتی تھی یا جو نو مسلم ہوتے وہ بہت ہی قلیل ہوتے اس لیے بحکم کثرت عربی ہی میں خطبہ سناتے ہوں گے اور خطیب کا عجمی زبان سے ناواقف ہونا بھی ایک سبب ہو تو اغلب ہے۔ علاوہ اس کے اس بات کی نسبت کیوں کر یقین ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عجمی زبانوں میں خطبہ کا ترجمہ یا مطلب نہیں سنایا۔ غایت مافی الباب اس کا عدم علم ہے اور عدم علم مقتضی عدم شے کو نہیں ہوتا۔ خاص کر اس صورت میں کہ سرور کائنات سے ایک فعل ثابت ہو پھر اس کے معمول بہ ہونے کے لیے کسی صحابی یا امام کی تائید کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اس فعل نبوی کے چھوڑنے پر ان کے حق میں عذر تلاش ہوتا ہے نہ کہ فعل نبوی میں کسی طرح کا ضعف۔ کتب فقہ میں بھی یہ مسئلہ (خطبہ میں وعظ کرنا) مصرح ملتا ہے۔ درالمختار میں ہے۔

(وَیَبْدَاءُ) قَبْلَ الْخُطْبَةِ الْاُولٰی بِالتَّعَوُّذِ سِرًّا ثُمَّ بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی وَالثَّنَاءَ عَلَیْہِ وَالشَّهَادَتَیْنِ وَالصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْعِظَةِ وَالتَّذْکِیْرِ وَالْقِرَاۃِ۔

خطبہ سے پہلے پوشیدہ اعوذ پڑھے پھر حمد اور ثنا کرے اور کلمہ شہادت اور آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے اور وعظ و نصیحت کرے اور قرآن پڑھے۔ (درالمختار ذکر جمعہ)

درمختار میں ہے:

وَیَکْرَہُ تَکَلُّمُہٗ فِیْهَا اِلَّا الْاَمْرُ بِمَعْرُوْفٍ لِاَنَّہٗ مِنْهَا۔ (الدر المختار)

امام کو سوائے امر معروف کرنے کے اور بات کرنی منع ہے امر معروف اس لئے مکروہ نہیں کہ وہ تو خطبہ میں ہے۔

ہدایہ میں ہے اگر خطیب بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھے تو جائز ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًاو عَلٰی غَیْرِ طَهَارَةٍ جَازَ الْحُصُولُ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الْوَعْظُ وَالتَّذْكِيْرُ۔

کیونکہ مقصود بے وضو سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ (الھدایہ)

مقصود کی تشریح کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ملتی ہے کہ مقصود خطبہ سے وعظ و نصیحت ہے:

لکن لا یخلوا الاقتصار علی هذا من الکراهة کما فی الدّر المختار و جامع الرّموز لکونه خلاف السّنّة فان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخطب خطبتین ویجلس بینهما جلسة خفیفة و کان یثنی علی الله فیها و یعظ و یذکرو یبین الاحکام المناسبة ویقرأ آیات من القرآن ۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی مرحوم نے کہا ہے کہ ایک دو تسبیح پر خطبہ میں کفایت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ درمختار اور جامع رموز میں لکھا ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دو خطبے پڑھتے تھے جن میں وعظ و نصیحت کرتے اور احکام مناسب بیان فرماتے اور قرآن پڑھتے۔ (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ)

مالابد میں ہے:

''نزد صاحبین فرض آنست کہ ذکر طویل باشد و دو خطبہ خواندن مشتمل برحمد وصلوۃ و تلاوت قرآن وصیت مرمسلمانان راو استغفار برائے نفس خود و برائے مسلماناں نزد اکثر ائمہ فرض ست ونزد امام اعظم سنت ست ترک آن مکروہ۔''

بغرض اختصار انہی حوالجات پر قناعت کی جاتی ہے ورنہ فقہ کی ہر ایک کتاب میں مسئلہ مصرح مل سکتا ہے ان تمام حوالجات میں بتصریح مذکور ہے کہ خطیب وعظ و تذکیر خطبہ میں کرے اور دلیل ان سب کی وہی احادیث ہیں جو ہم نے نقل کی ہیں اور مولانا عبدالحیٔ مرحوم نے حاشیہ شرح وقایہ کی منقولہ عبارت میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

افسوس کہ اسلام کا ایک ایسا مسئلہ جو تمام کتب احادیث اور فقہ میں بتصریح تام ملتا ہے اس زمانہ میں ایسا متروک ہے کہ بعض لوگ خطیب کو وعظ کہتے ہوئے سنتے ہیں تو منتظر رہتے ہیں کہ اس وعظ کے بعد خطبہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک خطبہ اسی کا نام ہے جس میں وعظ وغیرہ کا نام نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف عربی زبان میں چند کلمات پڑھ دیے جائیں۔ انا للہ

اس سے بڑھ کر افسوس اس طریق پر ہے کہ جو بعض مانعین علماء کا ایجاد ہے کہ خطبہ سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر دیسی زبان میں وعظ کہتے رہتے ہیں۔ جب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو کھڑے ہو کر عربی زبان میں خطبہ سنا دیتے ہیں جس میں کوئی کلمہ دیسی زبان کا نہیں بولتے نہیں معلوم وہ کس مطلب کے لیے ہوتا ہے۔ یا للعجب

مسئلہ تراویح

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ رمضان کے مہینے میں آٹھ رکعت مع وتر گیارہ رکعت تراویح با جماعت اول شب پڑھنی سنت ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کئی روز پڑھی ہیں۔ چنانچہ حدیث مندرجہ اس امر پر صریح دلیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ یَقُمْ بِنَا حَتّٰی ذَهَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ۔ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه)

ابو ذر کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو کسی روز بھی تراویح پڑھنے کو ہمارے ساتھ کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ سات روز ماہ رمضان کے باقی رہ گئے تو ایک رات یعنی چوبیسویں رات ہمیں تراویح کی نماز ثلث رات تک پڑھائی پھر پچیسویں رات پڑھائی پھر جب چھبیسویں رات آئی تو نصف شب تک نماز تراویح پڑھائی۔

چونکہ آنحضرت ﷺ کے تراویح پڑھنے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں اس لیے اس امر کے ثبوت پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ آج کل اس مسئلہ میں ایک طرز سے بحث پیدا ہو گئی ہے جس طرح ہمارے حنفی بھائی رفع یدین کی نسبت مصر ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے رفع یدین تو کی ہے مگر پھر منسوخ ہو گئی تھی۔ اس طرح آج کل ایک آدھ کا خیال ہے کہ تراویح تو حضور ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پڑھی ہیں مگر پھر جب لوگوں کو گھروں میں چلے جانے کا حکم صادر فرمایا تو نماز تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنی منسوخ ہوگئی۔ ①

تو ایسے صاحبوں سے فیصلہ آسان ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فعل تو ان کو بھی مسلم ہے۔ رہا منع کا دعویٰ سو دلیل کا محتاج ہے آپ اس مسئلہ پر اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں جو خوش قسمتی سے ان کے مخالف لایا کرتے ہیں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کا مضمون ہے کہ صحابہ نے چندروز حضور اقدس کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آخر حضور ﷺ اپنے حجرہ سے باہر نہ نکلے اور فرمایا۔

خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ فَصَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ

یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اگر فرض ہوگئی تو تم اس کو نباہ نہ سکو گے۔ پس تم گھروں میں نماز پڑھو۔

پس صاف معلوم ہوا کہ قیام لیل باجماعت مسجد میں منسوخ ہے۔

اس کے جوابات تو کئی طرح سے ہو سکتے ہیں مگر جن صاحب سے ہمارا روئے سخن ہے چونکہ ان سے ہمیں ذاتی طور پر بھی نیاز حاصل ہے جس سے ہم ان کی طبیعت سے واقف ہیں اس لیے صرف ایک ہی جواب جو ان کی طبیعت کے مناسب ہے دیتے ہیں کہ جس نماز کی سنیت کے ہم مدعی ہیں اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔ یہ حدیث نماز تہجد کے متعلق ہے چنانچہ بخاری میں صاف لفظ ہیں: خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ یعنی آنحضرت ﷺ ایک روز نصف رات کو نکلے اور نماز پڑھی تو چند لوگوں نے آپ کے ساتھ اقتدا کیا۔ آہستہ آہستہ سب کو خبر ہوگئی کہ حضور ﷺ رات کو جماعت کراتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کا اتنا ازدحام ہوا کہ مسجد میں نہ سما سکتے تھے۔ چوتھی رات آپ تشریف نہ لائے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش پر آپ نے وہ ارشاد فرمایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

① دیکھو رسالہ "البیان الصریح لاثبات کراهة التراويح مولف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی ص ۲۶ اس رسالہ کا مصنف اب خود اس رسالہ کو غلط جانتا ہے کیونکہ رسالہ مذکورہ میں احادیث کے مضامین پر بحث ہے۔ مگر اب تو مصنف یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ احادیث کو معاذ اللہ شیطانی خیالات کہتا ہے۔ علیہ ما یستحقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو نماز تہجد کے با جماعت مسجد میں ادا کرنے سے منع فرمایا ہے جس کی وجہ بھی خود ہی بیان فرما دی کہ مجھے اس کی فرضیت کا خوف ہے۔ جسے ہمارے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہمارے دعوی تو اول شب کی جماعت کے سنت ہونے کا ہے جس کے ثبوت میں ہم نے حدیث بھی نقل کی ہے جو ان صاحب کو بھی مسلم ہے پس ایسے ویسے احتمالات سے اگر نسخ ثابت ہوگا تو کوئی مسئلہ شریعت کا ثابت نہ ہوگا۔ ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جوابات میں بہت کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہیں تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا۔

قاموس میں ہے تَهَجَّدَ اِسْتَيْقَظَ حضرت عائشه رضی الله عنها وعن ابيها کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا کہ ہے اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی۔ یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہو گئیں اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان الٰہی فتھجد کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی۔ اس لیے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ایسی ہیں جو ظہر کے لیے نہیں۔ حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ نے نماز تراویح اول رات تین روز پڑھی ہے جس سے اس فعل کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے چونکہ نسخ ثابت نہیں اس لیے تراویح کا اول شب پڑھنا بدستور سنت ہے۔ رہا تعداد رکعت کا سوال سو اس میں اہلحدیث کا کسی سے اختلاف نہیں کیونکہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تراویح مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھی ہیں۔ بیس پڑھنے کی روایت آنحضرت ﷺ سے جو آئی ہے خود محققین حنفیہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس روایت کی بابت لکھا ہے **متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ للصحیح** (یعنی اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اجماع ہے' باوجود اس اجماع کے وہ صحیح روایت یعنی گیارہ رکعت والی کے خلاف ہے) ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتوں کا ثبوت یزید بن رومان کی روایت سے ثابت ہوتا ہے سو اگر وہ روایت صحیح ہو تو بھی ہمارے مذہب کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارا مذہب یہ نہیں کہ بیس رکعت حرام ہیں بلکہ یہ ہے کہ آٹھ رکعتیں معہ وتر گیارہ بوجہ اس کے کہ خود آنحضرت ﷺ کا فعل ہے۔ سنت ہیں اور بیس رکعتیں درصورت ثبوت کے مستحب ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھی ہیں۔ یہی حنفیہ کا مذہب ہے چنانچہ شیخ ابن الہمام حنفی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

فَحَصَلَ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ اَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ فِي جَمَاعَةٍ فَعَلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ ثُمَّ تَرَكَهُ لِعُذْرٍ وَكَوْنُهَا عِشْرِيْنَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ. (فتح القدیر)	قیام رمضان میں سنت تو گیارہ ہی رکعتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ نے پڑھی ہیں اور بیس خلفاء کا فعل ہے۔

چونکہ ہم ہر ایک امر میں عدل کرنے کے لیے مامور ہیں اس لیے پیغمبر علیہ السلام کے فعل اور رتبہ کے برابر کسی کے فعل اور رتبہ کو مساوی جاننا بے ادبی سمجھتے ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ گیارہ رکعتیں تو سنت ہیں' ہاں اگر کسی سے ہو سکے کہ باطمینان خاطر بیس پڑھے تو آٹھ سے زیادہ نوافل کے حکم میں ہو کر موجب ثواب ہوں گی' لیکن جس طریق سے ہمارے بھائی بیس پڑھتے ہیں کہ نہ تو قاری کی قرأت ترتیل سے ہوتی ہے نہ رکوع وسجود باطمینان ہوتا ہے' نہ قعدہ وقومہ درست۔ سو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فیصلہ وہ خود کر لیں۔ ع

محتسب را و درون خانہ چہ کار؟

ایک مجلس کی تین طلاقیں

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے جیسا کہ آج کل دستور ہے ایک ہی طلاق ہوتی ہے یعنی عورت مطلقہ خاوند پر حرام نہیں ہوتی بلکہ اگر رجوع کرے تو کر سکتا ہے کیوں کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِي بَكْرٍ وَ سُنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِي اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْا مَضَيْنَاہ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔ (صحيح المسلم)

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی حالت دیکھ کر کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیتے ہیں (جو شرع میں ناپسند ہے) کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شرع کی طرف سے ان کیلئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی۔ پس اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں تو مناسب ہے پس انہوں نے جاری کر دیا (جو کوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں دے گا وہ تین ہی شمار ہوں گی)۔

اہلحدیث کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد ہدایت میں لوگ تین طلاقیں اگر ایک مجلس میں دیتے تھے تو ایک ہی گنی جاتی تھی اور یہ تو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ایسے عظیم احکام اپنے پاس سے ایجاد نہ کر لیا کرتے تھے بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ حکم بدستور رہا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک بھی یہی حکم تھا۔ پھر جو لوگوں نے ایک ہی مجلس میں متعدد طلاقیں دینے کی عادت کر لی جو اگرچہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ مگر شرع شریف میں متعدد طلاقیں ایک ہی مجلس میں دینی ناپسند کی گئی تھیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو روکنے کے لئے حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی تین طلاق دے گا تین ہی شمار ہوں گی۔ جس سے یہ غرض تھی کہ لوگ یہ دھمکی سن کر ایسی ناشائستہ حرکت سے باز آ جائیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا تمام دنیا میں بھی سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کسی کو منصب شریعت نہیں چنانچہ ہم اس رسالہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کر آئے ہیں۔ (۱) پس اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم شرعی ہے؟ کچھ شک نہیں کہ شرعی یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے بلکہ ایک سیاسی حکم ہے جو حاکم وقت کسی مصلحت سے یا کسی بدنظمی کے بند کرنے کو جاری کر دے یا کوئی سزا بڑھا دے جیسے حنفیوں کے نزدیک زانی کو جلاوطن کرنا جو صریح حدیثوں میں آتا ہے حد زنا سے زائد سیاسی حکم ہے شرعی نہیں۔ یعنی حاکم کی طرف سے بغرض دفع فساد ہے جو فساد عظیم اگر نہ ہو تو اس کا کرنا بھی چنداں ضروری نہیں۔

اسی حدیث کی تائید آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے جس میں طلاق کا ذکر ہے ارشاد ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔	یعنی طلاق رجعی دو دفعہ ہے پھر اس کے بعد یا تو خاوند روک لے یا احسان اور سلوک سے چھوڑ دے۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ دو طلاقوں کے بعد خاوند کو دو باتوں میں ایک کر لینے کا اختیار ہے۔ یعنی وہ عورت کو روک بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے۔ لیکن درصورت تین طلاقوں کو تین کہنے کے یہ اختیار نہیں رکھ سکتا کیونکہ جب کسی شخص نے ایک ہی مجلس میں

انت طالق ثلاثا۔	تجھے تین طلاق۔

کہہ دیا اور تینوں نے اس پر واقعہ ہو کر عورت کو مغلظہ یعنی حرام کر دیا ایسا وقت تو کوئی نہ نکلا

(۱) پچھلے صفحات پر بذیل بحث تقلید شخصی ملاحظہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں خاوند کو اختیار ہو کہ اس کو روک سکے کیونکہ لفظ تو ایک ہی دفعہ منہ سے نکلا ہے۔

گو یہ تقریر اس صورت پر منطبق نہ ہو۔ جس میں

انت طالق ۔ انت طالق۔ انت طالق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔

الگ الگ کہے۔ مگر چونکہ تین کے قائلین دونوں صورتوں میں برابر حکم لگاتے ہیں اس لیے یہ آیت فی الجملہ ہماری تائید اور ان کی تردید کرتی ہیں۔ (تفسیر کبیر ملاحظہ ہو)

صحیح مسلم والی حدیث سے جس کو ہم نے نقل کیا ہے ان تمام حدیثوں اور روایتوں کا جواب ہو سکتا ہے جو تین کے ثبوت کے لیے پیش کی جاتی ہیں جن میں سے بعض تو اماماں دین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول ہیں جو مرفوع حدیث نبوی کے مقابلہ پر حجت تو کیا؟ پیش کرنا بھی بے ادبی ہے اور بعض مرفوع احادیث بھی ہیں لیکن نہ تو صحت میں اس حدیث کے برابر ہیں نہ ہی دلالت میں یہ حدیث صحت میں پکی ہے اور اس کی دلالت عبارت النص ہے جو تمام قسم کی دلالتوں سے مقدم ہے۔

اس حدیث پر اور تو جو کچھ سوالات وارد ہوتے تھے وہ تھے ہی۔ لیکن فاضل بہاری مصنف الغیاث نے جو سوال کیا ہے وہ بے شک اس قابل ہے کہ سارا نقل کیا جائے وہ یہ ہے۔

اس حدیث میں مطلقاً تین طلاق کو ایک شمار کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق بفم واحد یا بجلسة واحدة یا جلسات متفرق دینے کو لوگ ایک شمار کرتے تھے۔ تین برس خلافت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو طلاق مغلظہ کی بیخ و بنیاد ہی کٹ جاتی ہے۔ طلاق مغلظہ کوئی باقی نہیں رہتی ہے۔ اور جب تک اس حدیث مذکورہ سے صاف لفظوں میں لفظ بفم واحد یا جلسہ واحد یا رجعی کا بتلایا نہیں جائے گا دلیل دعویٰ کے ساتھ منطبق نہ ہوگی دلیل عام سے دعویٰ خاص ثابت نہیں ہو سکتا ہے دعویٰ تو یہ ہے کہ تین طلاق بفم واحد یا بجلسہ واحد ایک رجعی ہوگی اور دلیل یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ ایک طلاق ہوتی تھی۔ ہرگز دلیل عام سے نتیجہ خاص نہیں نکلنے کا۔ ہاں اگر اس دلیل کو خاص کر دیجیے اور الفاظ محذوف و مقدر مان کر زبردستی نتیجہ خاص نکالنے پر کوئی آستین چڑھائے تو اس کا جواب کیا ہے مگر اہل بصیرت کے نزدیک دلیل کافی نہ ہوگی۔"

(ص ۴۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا مطلب اس عبارت کا تو مصنف موصوف ہی نے سمجھا ہوگا۔ مگر جہاں تک ہماری سمجھ رہنمائی کرتی ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کون سی تین طلاقیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک شمار ہوتی تھیں۔ یعنی انت طالق ثلاثا والیں یا انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق والیں۔ یا تین طہروں والیں جو الگ الگ دی جاتی تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تیسری شق چھوڑ کر باقی دونوں صورتوں والیں۔ کیونکہ تیسری شق یعنی ایسی صورت میں تین طلاقیں جو الگ الگ صورتوں میں ایک ہوتی۔ کیونکہ تیسری شق یعنی ایسی صورت میں تین طلاقیں جو الگ الگ طہروں میں دی جائیں۔ یہ تو قرآن مجید کی صریح آیت سے سمجھ میں آتی ہیں۔ پھر ان کو بھی حدیث مذکور میں داخل کرنا یا داخل سمجھنا گویا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جناب میں بلکہ خود سرور کائنات کے حضور میں بے ادبی ہے کیوں کہ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس حکم قرآنی کو نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ تمام عمر اس کے خلاف کر کے طلاق مغلظہ کی بیخ و بنیاد ہی اٹھا دی تھی۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ توجہ نہ کرتے تو شاید طلاق مغلظہ جو قرآن شریف میں موجود تھی۔ دنیا میں وجود پذیر ہی نہ ہوتی۔ (چہ خوش) حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود قائل ہیں کہ لوگوں نے ایک ایسے امر میں جلدی کی ہے جس میں ان کے لیے ڈھیل مدنظر رکھی گئی تھی۔ یعنی تین طلاقیں متفرق طور پر واقع کرنے کا ان کو حکم تھا جو یہ ایک ہی مجلس میں دے دیتے ہیں۔

علاوہ اس کے مصنف موصوف کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دلیل عام سے دعویٰ خاص ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ عام کے دو معنی ہیں ایک معقولی عام ہوتا ہے جسے کلی کہتے ہیں ایک اصولی عام ہوتا ہے معقولی عام سے تو مخصوص جزئی کا تحقق ضروری نہیں مگر اصولی عام مستلزم خاص کو ہوتا ہے۔ خاص کر حنفیوں کے مذہب میں جو عام اور خاص کو دلالت میں مساوی الاقدام مانتے ہیں۔ یہاں اگر عام ہے تو اصولی عام ہے جو خاص کو مستلزم ہے جیسا کہ اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ زید مشرک کو بھی شامل ہے۔ فافهم ولا تعجل اسی قسم کے اور بھی کئی ایک سوال ہیں جن کے جوابات مع مزید تحقیق اس مسئلہ کے زاد المعاد اور نیل الاوطار وغیرہ میں مل سکتے ہیں رسالہ ہذا کے مناسب شان جس قدر تھا وہ ادا کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم!

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ مفقود الخبر (جس کی کوئی خبر نہ ہو کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مردہ) کی بیوی چار سال کے بعد چار ماہ دس روز عدت گزار کر نکاح ثانی کر لے۔ یہی مذہب امام مالک اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہی حکم صادر فرمایا تھا چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ان لفظوں میں روایت کیا ہے۔

اِمْرَاَةُ الْمَفْقُوْدِ تَرَبَّصُ اَرْبَعَ سِنِيْنَ ثُمَّ تَعْتَدُّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

یعنی مفقود الخبر کی بیوی چار سال کے بعد چار ماہ دس روز عدت گزار کر نکاح کر لے۔ (موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

جمہور حنفیہ اس کے خلاف پر ہیں پھر ان میں کوئی تو اس کی میعاد نوے برس بتلاتا ہے کوئی ایک سو بیس برس۔ کوئی کہتا ہے جب اس کے خاوند کے ہم عمر عموماً مر جائیں تو نکاح کرنا جائز ہے مگر اس مسئلہ کی قوت ثبوت اور عورت مذکورہ کی قابل رحم حالت نے بہت سے محققین حنفیہ کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ اہلحدیث وغیرہ کے ہمصفیر اور متفق الرائے ہوں۔

صاحب در المختار جو فقہ حنفیہ میں ایک مشہور اور معتبر فتاویٰ ہے باب المفقود میں صاف اقراری ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا جاوے ہندوستان کے علماء حنفیہ کے فخر مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مرحوم نے بڑے ہی زور سے اس بات کا اظہار کیا ہے چونکہ آپ کی ساری تقریر دلپذیر ہے اسی لیے شرح وقایہ کے حاشیہ عمدہ الرعایہ سے نقل کی جاتی ہے۔ مولانا موصوف بعد ذکر کرنے دلائل فریقین کے اور قابل رد کو رد کر کے فرماتے ہیں:

وبعد اللتيا والتى نقول قد صرح جمع من اصحابنا كصاحب جامع الرموز و صاحب الدر المنتقى شرح الملتقى و صاحب رد المختار وغير هم بانه لو افتى حنفى

ہمارے اصحاب (حنفیوں) میں سے ایک جماعت جیسے مصنف جامع الرموز اور مصنف در المنتقی اور مصنف ردالمختار وغیرہ نے صاف لکھا ہے کہ اس مسئلہ (مفقود الخبر) میں اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی هذه المسئلة بقول مالك عند الضرورة لا باس به و علی هذا علی حیث افتیت غیر مرة بقول مالك ظنا منی انه قوی من حیث الدلیل و مع قطع النظر عنه تقلید مذهب الغیر جائز عندالضرورة اتفاقا و لست بمنفرد فی ذلك بل وافقته فیه جمعا من الحنفیة ولقدعارضنی فیه جمع من افاضل عصری فدفعت شبهات بعضهم وسکت عن جواب بعضهم علماء منی انهم لم یصلوا الی ما واصلت فهم معذورون وفی بحار جمود التقلید والتعصب مغمورون۔ (عمدہ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ)

مذہب پر ضرورت کے وقت فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتے ہیں میرا عمل بھی اسی پر ہے میں نے کئی ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی دلیل قوی ہے۔ اور قطع نظر اس کے غیر امام کے مذہب کی تقلید ضرورت کے وقت سب کے نزدیک جائز ہے پھر فرماتے ہیں میں ہی تو اس میں اکیلا نہیں بلکہ حنفیوں میں سے ایک جماعت میرے ساتھ موافق ہے پھر فرمایا میرے زمانہ کے بعض علماء نے اس امر میں مجھ سے کچھ تکرار کی تو میں نے بعض کے شبہات تو رفع کر دیے اور بعض سے میں خود ہی خاموش رہا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ان کا مبلغ علم اتنا نہیں اور یہ وہاں تک نہیں پہنچے جہاں میں پہنچا ہوں۔ پس وہ معذور ہیں اور تقلید کے بھنور میں گرفتار۔

اہلحدیث کے خلاف ایک حدیث اور ایک قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقل کیا جا سکتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :امراة المفقود امراته حتی یاتیها البیان۔ (یعنی مفقود الخبر کی عورت کو جب تک خاوند کی خبر نہ آئے اسی کی عورت ہے) یعنی نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ مگر اس حدیث کو تمام محدثین نے ضعیف بلکہ اضعف لکھا ہے (دیکھو تخریجات ہدایہ زیلعی، عسقلانی وغیرہ) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب یہ ہے کہ اول تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں صحابی کا قول جو قیاس کے موافق ہو حجت نہیں۔ خاص کر ایسی صورت میں کہ خلیفہ دوم جیسے جلیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القدر صحابی کا فیصلہ اس کے خلاف ہو۔ دوم یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس قول سے رجوع کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر عمل کیا ہے۔ (دیکھو زرقانی شرح موطا)

علاوہ اس کے علمی طور سے اس پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جو مولانا عبدالحیٔ صاحب مرحوم کے لفظوں میں لکھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

ومما یرد فی هذا المقام اصحابنا ان قول الصحابی فیما لا یعقل بالرائی فی حکم المرفوع فیقدم علی غیره و من المعلوم ان اثر عمر وغیره یخالف القیاس فیکون مرفوعا حکما فلا بد ان یوخذبه ویقدم علی الاثار الموافقة للقیاس وعلی القیاس۔ (حاشیه شرح وقایه کتاب المفقود)

ہمارے اصحاب (حنفیوں) پر یہ اعتراض ہے کہ صحابی کا قول کسی ایسے امر میں جو عقل اور اجتہاد سے نہ سمجھا جائے بلکہ شریعت کی تفہیم پر موقوف ہو حکماً مرفوع ہوتا ہے یعنی اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ ہی نے فرمایا ہے پس وہ دوسرے اقوال پر (جو ایسے نہ ہوں یعنی قیاس سمجھے جا سکتے ہوں) مقدم کیا جائے گا جب یہ اصول مقرر ہے تو اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول (کہ مفقود الخبر کی عورت چار سال تک انتظار کرے) قیاس کے خلاف ہے جو یقیناً مرفوع کے حکم میں ہو گا پس واجب ہے کہ اسی پر عمل کیا جائے اور جو اقوال صحابہ کے اس بارے میں قیاس کے موافق ہیں (کہ عورت مذکورہ ہمیشہ اس کی بیوی ہے) ان کو بھی اور قیاس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔

ہندوستان کے فخر الحنفیہ حضرت مولانا رشید احمد مرحوم گنگوہی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ جو درج ذیل ہے (یہ فتویٰ کارڈ پر ہمارے پاس بھی مہر زدہ موجود ہے)

فتویٰ

زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں بے شک علماء حنفیہ نے بوجہ ضرورت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور عمل کیا ہے اور بندہ بھی بنا بر ضرورت اس مذہب پر عمل کرنا جائز جانتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

یہی مذہب اہل حدیث کا ہے اللہ تعالیٰ مولانا مرحومین کو اس رحم کی جزائے خیر دے۔ جو انہوں نے اس بے کس اور مظلوم عورت پر کیا آئندہ بھی جو علماء اس میں شریک ہوں۔ ان پر بھی اللہ تعالیٰ رحم کرے یرحم اللہ عبداقال امینا۔

اہلحدیث کیوں اہلحدیث ہیں؟

''اہلحدیث'' لقب چونکہ پسندیدہ ہے۔ اس لیے ہمارے بھائی مقلدین اس لفظ کے سنتے ہی کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم ''اہلحدیث'' نہیں؟ تم ہی اہلحدیث ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن معنی میں اہلحدیث اور مقلدین کے طریق عمل بالحدیث الگ الگ ہیں اہلحدیث تو بموجب اصول مسلمہ حدیث کو دوم ① درجہ قرآن سمجھ کر اور قرآن کے بعد تلاش مسائل کے وقت پہلی نظر حدیث پر ڈالتے ہیں۔ پس اگر باقاعدہ حدیث سے وہ مسئلہ مل گیا تو پھر انہیں اس بات کی پرواہ نہیں رہتی کہ اس مسئلہ میں کسی کا کیا مذہب ہے۔

اور کسی کا کیا خیال زید کیا کہتا ہے اور عمرو کیا فرماتا ہے بلکہ وہ بے کھٹکا اس پر عمل کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے فتوں میں مقدم قرآن و حدیث لکھ کر پھر اگر کسی کا قول لکھتے ہیں۔ تو بطور تائید کے لکھتے ہیں نہ بطور اثبات مدعا کے ان کے دلائل میں سوائے قرآن و حدیث کے اور کچھ نہ

① مرزا قادیانی اپنے معمولی دروغ بے فروغ سے کام لیتا ہوا اہلحدیث پر بہتان لگاتا ہے کہ اہلحدیث حدیث کو قرآن سے مقدم سمجھتے ہیں۔
(دیکھو ان کا رسالہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر محاکمہ) یہ بہتان اس کا کچھ تو اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے علم حدیث نہ تو کسی محدث سے پڑھا اور نہ اہل حدیث کے اصول سے واقف ہوا۔ کچھ اس لیے بھی کہ اہلحدیث ہی اس کی نبوت کی ٹانگ توڑنے کے زیادہ درپے ہیں) اللھم اخذل من خذل دینك و انصرنا علیه یا خیر الناصرین۔ (۱۲منہ)

ہوگا۔ اور یہی طریقہ تمام سلف صالحین کا تھا۔ مگر ہمارے بھائیوں (مقلدین) کا یہ طریق نہیں۔ بلکہ وہ اپنی دلیل میں اپنے امام کا قول نقل کر کے اکثر تو اسی پر قانع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مخالف کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوف ہوا تو اس قول کی محض تائید کے لیے کسی حدیث کی تلاش کریں گے۔ ملی تو فبہا ورنہ اتنا ہی کافی ہے کہ ھی روایة عن الامام ۔ (یہی روایت امام صاحب سے ہے) اور اگر کوئی حدیث امام کے مذہب کے خلاف ملی تو یہ توان سے ہو ہی نہ سکے گا کہ امام کے قول کو بحسن ظن سردست چھوڑ دیں۔ اور حدیث مصطفیٰ فداہ ابی و امی علیہ الصلوۃ والسلام پر عمل کریں نہیں۔ بلکہ سردست حدیث رسول اللہ ﷺ کو بایں تاویل چھوڑ دیں گے کہ اللہ جانے یہ حدیث کیسی ہے صحیح ہے یا غیر صحیح۔ پھر اگر صحیح ہے تو منسوخ ہے یا غیر منسوخ و غیر ذلك من العذرات البارده مگر ''اہلحدیث'' کو ان باتوں کا خیال تک بھی نہ آئے گا۔ پس وہ یہی بناء ہے جس کی وجہ سے اہل حدیث تو اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔ لیکن مقلدین نہیں اور غالباً یہ وجہ بالکل نمایاں ہے جس کی تسلیم میں کسی کو چون و چرا نہ ہوگی۔ میں نے ایک بڑے حنفی عالم سے جو شیخ العلماء حضرت مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یہ اپنے کانوں سنا کہ ہم لوگ تو حدیث اس لیے پڑھتے ہیں کہ تم لوگ جو ہمیں تنگ کرتے ہو جواب دے سکیں ورنہ عمل کے لیے ہمیں کیا حاجت ہے۔ میں نے جب حیرانی سے ان کا یہ کلام سنا تو فرمانے لگے آپ حیرانی سے سنتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب ہم مقلد ہیں تو ہمیں اپنے امام کی تحقیق سے کس کی تحقیق اچھی ہے؟ پس جو کچھ وہ تحقیق کر گئے ہیں ہمارے لیے تو وہی شاہراہ ہے۔ پس یہی وہ فرق ہے جس پر یہ پیارا نام مبنی ہے ورنہ یوں تو کون ہے جو یہ لقب اپنے حق میں نہ چاہتا ہو۔

کل یدعی وصلا لیلیٰ (1) ولیلیٰ لا تقرلھم بذاکا

اور اگر کوئی مقلد ایسا ہی سعید ہو کہ ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہے کہ کوئی مسئلہ بغیر ثبوت قرآن وحدیث کے نہ مانے اور ہر مسئلہ میں اہل حدیث کی طرح مقدم قرآن وحدیث ہی سے استدلال کرے جس مسئلہ کی گواہی یہ دو عادل گواہ دیں اس کو واجب التسلیم جانے اور جس کی بابت یہ گواہی نہ دیں۔ اسے متروک سمجھے تو ایسے صاحب بھی اہلحدیث کے محاورے میں اہلحدیث ہی ہیں گو ان کے نام کے ساتھ حنفی، شافعی وغیرہ ان کی طرف سے یا پچھلوں کی طرف سے ملائے گئے ہوں لیکن قلیل ماھم۔

---

(1) ہر ایک لیلیٰ کے وصال کا دعویدار ہے مگر لیلیٰ کسی کے حق میں اقراری نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل حدیث کی غرض وغایت گروہ بندی سے نہیں تھی اور نہ ہے بلکہ ان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک محقق کو شامل ہے۔ جو شخص اپنی تحقیق کا دارومدار آزادانہ قرآن وحدیث پر رکھے وہ اہلحدیث ہے گو اس کی تحقیق کسی مسئلہ میں کسی امام یا محدث کی رائے کے خلاف بھی کیوں نہ ہو۔ جو لوگ اہلحدیث کہلا کر اپنی یا کسی دوسرے کی تحقیق کو کسی دائرہ میں محدود کرتے ہیں۔ ان کی رائے صحیح نہیں بلکہ حجرت واسعا کی مصداق ہے فافهم اس مسئلہ کی مفصل بحث دیکھنی ہو تو حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ باب الفرق بین اھل الحدیث واصحاب الرائے یا ہمارا رسالہ ''اجتہاد وتقلید'' دیکھیے۔ علاوہ اس کے وجہ تسمیہ میں اطراد ضروری نہیں فتفکروا یا اولی الالباب۔

اہلحدیث کے مذہب کا بانی کون ہے؟

اہلحدیث کے مذہب کے بانی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر آدم افتخار بنی آدم فداہ ابی و امی علیه افضل الصلوۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ اہلحدیث کے مسائل دیکھنے والوں پر یہ امر ذرہ بھر مخفی نہ ہوگا۔ کہ اہلحدیث ہر ایک مسئلہ پر قرآن شریف کی آیت یا حضور اقدس کی حدیث ہی سے مقدم استدلال کرتے ہیں۔ جہلا میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ یہ تو صاف بات ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے بانی مذہب کے اقوال اپنے فتووں میں نقل کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے بھائی حنفیہ' شافعیہ' امامیہ وغیرہم کے طریق عمل اس امر پر شاہد عدل ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ کہ اہلحدیث نے کبھی بھولے سے بھی عبدالوھاب نجدی کے اقوال کو سنداً پیش کیا ہو۔ اور کہا ہو کہ ھذا قول امامنا عبدالوھاب وبه ناخذ۔ (یہ قول ہمارے امام عبدالوھاب کا ہے) بلکہ اہلحدیث کے بہت سے افراد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا؟ اس کی بود وباش کیا تھی؟ ہاں تاریخوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک مقلد تھا۔ چنانچہ رسالہ جواہر الاتقان مطبوعہ افضل المطابع دہلی کے مصنف کو باوجودیکہ اہلحدیث سے سخت للّٰہی بغض ہے ایسا کہ بات بات میں ان پر متعدد افترا اور اتہام لگاتے ہیں اور سطر سطر میں ان کا نام وہابی اور نجدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا ہے تاہم اس امر کا اقراری ہیں کہ عبدالوہاب نجدی حنبلی مذہب کا مقلد تھا (دیکھو رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۱ سطر ۴) اور ردالمختار باب البغات میں صاف لکھا ہے۔

کانوا (ای عبدالوھاب واتباعہ) یعنی عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع
ینتحلون مذھب الحنابلۃ۔ حنبلی مذہب کے مقلد تھے۔

مولانا رشید احمد صاحب حنفی گنگوہی مرحوم کے فتاوٰی رشیدیہ مطبوعہ مراد آباد کے ص ۸ پر لکھا ہے کہ "عبدالوہاب نجدی بڑا خوش اعتقاد تھا اور حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔"

اور ہمارے نزدیک تقلید کا وہی حال ہے جو ہم اس رسالے میں لکھ آئے ہیں پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو عبدالوہاب کے پیرو یا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ اور دل آزاری نہیں تو کیا ہے؟ دراصل یہ ناپسندیدہ القاب اسی عشق محمدی (ﷺ) کے کرشمے ہیں جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عرب کے لوگوں سے صابی کا لقب دلایا تھا۔ آہ

بجرم عشق توام مے کشند و غوغائیست تو نیز برسر بام آ عجب تماشا نیست!

خلاصہ مذہب اہل حدیث

اہلحدیث کے مذہب کا خلاصہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔ یعنی جو تعلیم سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے بذریعہ قرآن اور حدیث صحیحہ کے مخلوق کو فرمائی ہے۔ اس کا اتباع کرنا ہمارا مذہب ہے اور بس۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

سرکاری دفتروں میں اہلحدیث کو وہابی لکھنے کی ممانعت

بعض دوست دریافت کیا کرتے ہیں کہ اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی لکھنے کی ممانعت کب ہوئی تھی اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ لہٰذا اعلام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ اہلحدیث کو سرکاری دفتروں میں وہابی لکھنے کی ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو چٹھی گورنر ہند بنام گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۹ء نمبر ۱۷۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباع حدیث کی تاکید

(از مولوی خرم علی صاحب مرحوم)

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے دردانہ درج مصطفیٰ ہے
صوفی و عالم و حکیم دینی کرتے رہے اسی کو خوشہ چینی
بابا کے ہاں سے کون لایا؟ جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہرہِ محمدی ہے گنجینہ راز احمدی ہے
مشعل افروز راہ سنت برہم زن بیخ و شاخ بدعت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے
اب زیادہ تو مجھ سے کر نہ کل کل خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
بالفرض فلاں ہے مرد کامل اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا گو غوث و امام و مقتدا تھا
مکتوب بہت ہیں تو نے دیکھے ملفوظ محمدی کو اب لے
ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے

حق ہو گا حدیث خواں سے خرم
اور شاد رسول فخر عالم

❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کرام

گروہ ایک جویا تھا علم نبی ﷺ کا لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازنِ علم دین جس بشر کو لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر
(حالیؔ)

جامعہ بیت العتیق (...)
کتاب نمبر ________

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ (۱۲) رسائل کا مجموعہ

رسائلِ ثنائیہ

- اہل حدیث کا مذہب • تعلیماتِ مرزا • دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن
- شمع توحید • شہادات مرزا • عجائبات مرزا
- محسّن رشی • فیصلہ مرزا • مسئلہ تقلید شخصی
- خصائل النبی ترجمہ شمائل ترمذی • مراقِ مرزا • حدوثِ وید مع جوابُ الجواب

مصنفہ

فاتح قادیان شیخ الاسلام

مولانا ابو الوفا محمد ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob.: 0300-4826023

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ (۱۲) رسائل کا مجموعہ

رسائلِ ثنائیہ

دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن
شمع توحید
تعلیماتِ مرزا
خصائل النبی بجواب شمائل ترمذی
مراقِ مرزا
فیصلہ مرزا
اہل حدیث کا مذہب
عجائباتِ مرزا
شہاداتِ مرزا
مسئلہ تقلید شخصی مع محمد رشی
حدوثِ وید مع جواب الجواب

مُصنّفہ

شمس العلماء مناظر اسلام ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر

دار الکتب السلفیہ

شیش محل روڈ ۰ لاہور

Ph.: 0092-042-7237184, 7230271, 7213032

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ [illegible]
کتاب نمبر ـــــــــ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چند اہم مطبوعات

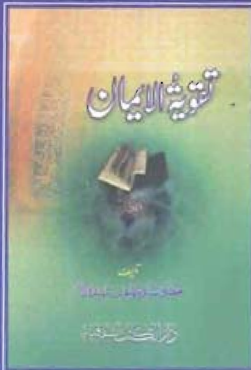

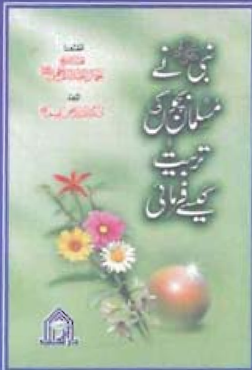

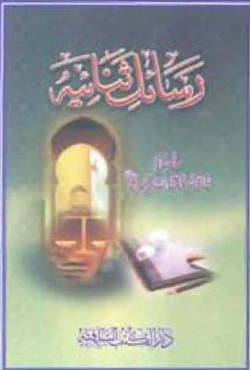

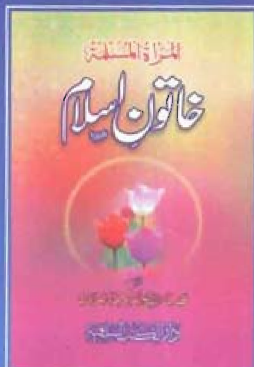

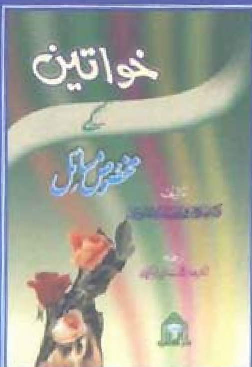

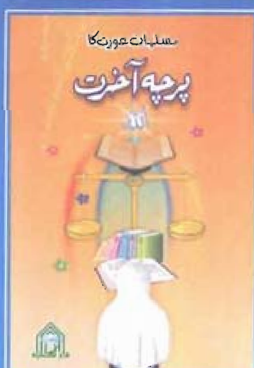

دار الکتب السلفیۃ

4 شیش محل روڈ لاہور 54000 فون: 0092-42-7237184-7230271